رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴۴
جلد ۲۴
نمبر ۶
زیر سرپرستی عالیجناب اعلیحضرت امیر ملت اعظم برکت زبدۃ الاولیاء حضرت مولانا الحاج سید حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم
انجمن خدام الصوفیہ پاکستان کا ماہوار رسالہ
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری
انوار الصوفیہ
سیالکوٹ
مدیر
خادم العلماء (حاجی) امام الدین رائے پوری
سالانہ چندہ
پانچ روپیہ
فی پرچہ آٹھ آنہ
باہتمام محمد امام الدین رائے پوری ایڈیٹر پبلشر نے امید گا شیڈ پریس سیالکوٹ (پاکستان) بازار کاٹھیانوالہ سے چھپوا کر محمودی مسجد بھر سیالکوٹ سے شائع کیا

قواعد وضوابط

(۱) اس رسالہ کے ذریعے علم تصوف کی اشاعت کرنا۔
(۲) حضرات مشائخ کی سوانحعمریاں پبلک کے پیش کرنا۔ اور ان کے اخلاق وآداب وغیرہ کی تعلیم

فہرست مضامین

رسالہ انوار الصوفیہ۔ صوفیائے کرام کا اولین اور محبوب ترین رسالہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۵۶۴

ماہوار **انوار الصوفیہ** سیالکوٹ

جلد نمبر ۴۲ | ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۹ھ مطابق اپریل سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر ۶

نعت شریف

(حضرت الحاج خواجہ کرم الٰہی صاحب)

اے محب بے کساں و اے شفیع المذنبین
چارۂ بے چارگان و داروئے قلب حزیں

باعث ایجاد عالم ہر دو دنیا و دیں
صاحب لولاک شاہ آسمان و ہم زمیں

مظہر نور الٰہی ہست ذاتش بالیقین
نور حق ظاہر شدست از نور رحمت عالمین

محو ہاں آستانت اولین و آخرین
کمترین بندۂ درگاہ تو روح الامین

سوف یعطیک فترضیٰ قاب قوسین او ادنیٰ
در علو شان تو آیات قرآنِ مبین

خواجہ ہر دو سرا محبوب رب انس و جاں
شان او اعلیٰ و ارفع است از عرش بریں

مہبط انوار ربانی ست ختم المرسلین
آخر آمد بود فخر اولین و آخرین

بوے عرقت پاک تر از عطر صندل یاسمین
آن لعاب پاک شیریں تر ز قند و انگبین

خادم تو ہست محبوب خدائے ذوالجلال
راندۂ تو راندۂ درگاہ رب العالمین

اے نسیم صبح چوں طیبہ رسی از من بخوان
با ہزاراں شوق صلوٰۃ و سلام آن نازنین

باز نگہ کرم بر کرم الٰہی بے نوا ر
از طفیل خواجگان یا رحمۃ للعالمین

انوارِ تجلیات

از ... نائب مدیر گوہر

مسلمانوں کو پاکستان بننے کی اسلئے بڑی خوشی تھی۔ کہ ہم آزادی کے ساتھ اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو اسلامی سانچہ میں ڈھالیں گے۔ اور اسلامی روایات و تعلیمات کے مطابق جادۂ حیات پر بے خوف و خطر اور بلا روک ٹوک گامزن ہوں گے۔ ہمارے اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ مرضیہ۔ عاداتِ سنیّہ اور صفاتِ ستودہ اور ہماری شرافت و کرامت اور عزتِ نفس اور ہمارے گرانمایہ فطری انوار و جواہرات جو محکومی و غلامی کے صدمہ سے مستور ہو گئے تھے ان کو پھر از سرِ نو اجاگر کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر فلاح و کامرانی کی جنت بسائیں گے۔ اور قریباً ڈیڑھ سو سال سے جو گلیم شقاوت اوڑھی ہوئی ہے۔ اس کو اتار پھینکیں گے۔ اور دنیا کو ہم رنگ دین بنا کر عالم کائنات کے ہر ذرے کو نورِ توحید سے رشکِ آفتاب بنائیں گے۔ اور الدنیا مزرعۃ الاخرۃ پر عمل کر کے اہلِ دنیا کو دنیا کا صحیح استعمال بتائیں گے۔ اور ان پر واضح کریں گے۔ کہ ایک اللہ کو ماننے والے تودۂ خاک کو اسطرح زر بنانے پر قدرت رکھتے ہیں۔

یہ نیتیں اور یہ ارادے تھے یہ تمنائیں اور یہ ولولے تھے۔ جن کو پورا کرنے کے واسطے مسلمانوں کو پاکستان کے وجود کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ پھر اس کو حاصل کرنے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا گیا۔ بچہ بچہ کی زبان پر پاکستان پاکستان تھا۔ صوفیوں اور عابدوں اور زاہدوں نے دن رات کو رو رو کر دربارِ الٰہی میں دعائیں مانگیں۔ اور اپنے عقیدتمندوں کو حصولِ پاکستان میں سعی و کوشش کرنے کی بابت بلیغ و مؤثر ہدایات دیں۔ علماءِ وقت نے اپنی تقریرات سے مسلمانوں میں روحِ عمل پھونک کر حصولِ پاکستان کی راہ پر تیز گام کیا۔

پھر کیا تھا۔ بس لے لیا ہے پاکستان کے واسطے مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن کو چھوڑا اپنے سامنے اپنا مکان لٹتا اور جلتا دیکھا اپنے اعزہ و اقارب اور یاروں دوستوں کو ظالم کی تیغِ خون آشام کا لقمہ بنایا۔ بہو۔ بیٹیوں۔ ماؤں۔ بہنوں کے جوہرِ عصمت کو خاک میں رلایا۔ جن خواتین کو سورج کی شعاعوں نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ ننگے سر اور کھلے منہ با حالِ تباہ ظالموں کے آہنی پنجوں میں بے بس تھیں۔

اللہ نے ہماری فریاد کو سنا۔ ہماری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ ہماری قربانیوں اور تمناؤں کو بارور کیا اور ہمیں پاکستان دیدیا۔ ہم نے خوشیاں منائیں۔ پاکستانی جھنڈے اپنے مقدس مقامات پر لہرائے۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائے خوشی کے ترانے گائے۔

کہ ابھی چند دنوں میں جسطرح اجسام میں انقلاب آیا ہے۔ اسی طرح ہمارے دل کی زمین بھی اپنا رنگ ضرور بدل لے گی۔ اور زنگ آلود قلوب و ارواح سورج کی طرح تاباں و درخشاں ہوں گے۔ نئی مسجدیں بنیں گی۔ کالج اپنی برائیوں سے پاک ہوں گے۔ انگریز گیا۔ اب اس کی تہذیب و تعلیم اور اس کی زبان بھی چند دنوں کی مہمان ہے۔ انہیں کالجوں میں قرآن۔ حدیث۔ کی تعلیم دی جایا کرے گی۔ اور جن علوم و مضامین سے انگریز نے مسلمانوں کی روحانیت کو فنا کیا ہے

اور ان کی تہذیب و معاشرت پر جو ضرب کاری لگائی ہے۔ اسکو جلد سے اڑا دیا جائے گا۔

بڑے انتظار کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو ہماری حکومت کی دستوریہ نے قرار دادِ مقاصد منظور فرمائی مسلمانوں کے دلوں میں پھر مسرت و خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کہ اب یہ مسئلہ طے ہو جائیگا کہ پوری کائنات کی حکومت حقیقتاً صرف خدا کے واسطے ہی ہے۔ پاکستان کے باشندوں کو اقتدار اللہ نے دیا ہے۔ وہ اس کی مقدس امانت ہے۔ پاکستان کی حکومت اس اقتدار کو اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں استعمال کرے گی۔ پاکستان کے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا۔ کہ وہ اپنی پوری زندگی اسلام اور اسکی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

۱۲ مارچ ۱۹۵۰ء کو قرار دادِ مقاصد کی منظوری کو پورا ایک سال ہو گیا ہے۔ مگر آہ ابھی تک مسلمانوں کا نخلِ امید بار ور نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے اب تک کوئی قابلِ اعتماد و تسکین کارروائی کی گئی ہے۔ اور نہ ہی پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس خلافِ اسلام کاموں کی اشاعت بے باکانہ طریق پر ہو رہی ہے۔ اور حکومت اس کے انسداد کا کوئی انتظام کرنے سے ابھی تک خاموش ہے۔ ذرا اپنا تعلیمی ماحول دیکھئے اور تعمق نظری سے اس کو پرکھئے۔ کہ ہمارے زنانہ سکولوں اور کالجوں میں کیا ہو رہا ہے۔ اور مسلمان بچیوں کو کونسی اصلاحی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور آئندہ اسکے لئے کیا نظام مرتب کیا ہے۔

آپ آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں۔ اور اخبارات میں بھی پڑھتے سنتے ہیں۔ کہ کالجوں اور سکولوں میں گانے اور ناچنے کی بڑے زور شور سے تعلیم دی جاتی ہے۔ اور بڑی بڑی بیگمات اپنی تقریروں میں یہ بیان کر رہی ہیں۔ کہ پاکستان میں جو سب سے بڑی خامی ہے وہ یہ ہے۔ کہ مسلمان عورتیں ناچ اور گانے میں بہت پیچھے رہ گئی ہوئی ہیں۔ چنانچہ وہ اس نقصان کو پورا کرنے کے واسطے انجمنیں قائم کر رہی ہیں۔ اور نئے نئے اداروں کا افتتاح کر رہی ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ حکومت انکی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ اور ان کے حیا سوز اور مخرب اخلاق اقدام کو بنظرِ تحسین دیکھتی ہے۔ لیکن عوام مسلمان ان بیگمات کی خلافِ اسلام اقتدا کرنے کے واسطے کبھی بھی تیار نہیں۔ مسلمان بے تاب ہیں۔ کہ ہمارے سامنے ہماری بہو بیٹیوں کی اصلاح کے واسطے امہات المومنین کا اسوہ حسنہ پیش کیا جائے۔ ہمیں ان بیگماتِ فلاں فلاں کا طریق ہرگز پسند نہیں ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ مسلسل و متواتر کئی شہروں میں جو مینا بازار لگ رہے ہیں۔ ان میں قوم اور قوم کے سرمایہ کو کس دریا دلی سے تباہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے لگانے میں جو روپیہ خرچ ہو رہا ہے اگر وہ روپیہ اصلاحی کاموں پر لگایا جائے تو قوم کا کتنا بھلا ہو۔ اخبارات نے اخبار دان کا حوالہ دے کر لکھا ہے۔ کہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو کراچی میں جو مینا بازار لگایا گیا تھا۔ اس میں چالیس ہزار مرد و زن شامل ہوئے۔ ملت کی بہو بیٹیاں دکانیں کر رہی تھیں۔ ان میں قسم قسم کے سودے ہو رہے تھے۔ اور قوم کے نوجوان ان سے اشیا خرید رہے تھے اس میں مینا بازار کی رونق بڑھانے کے لئے گورنر جنرل اور وزیر اعظم و دیگر حکام بہ نفس نفیس تشریف لے گئے ایک چشم دید (اوی) کا بیان ہے۔ کہ مرد و زن کے اختلاط کے اس اتھاہ سمندر میں جس جس قسم کے فقرے چست ہوتے تھے۔ اور جو بولیاں بولی جاتی تھیں ان کو دیکھ کر آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ کہ حیا سوزی اور بے شرمی کی منزلوں کو طے کرنے میں مینا بازار کی اس سہ روزہ تقریب والی نے وہ کام کیا۔ جو انگریز شاید اپنے دس سالہ مزید دورِ حکومت میں بھی نہ کر سکتے۔

اسی طرح ۶ تا ۸ دسمبر سیالکوٹ میں بھی ریڈ کراس سوسائٹی کے تحت فوجی بیماروں کے لئے لگا تھا۔ اب وومن ایسوسی ایشن کی شاخ نے اپریل کے پہلے ہفتہ میں راولپنڈی میں مینا بازار لگانے کا انتظام کیا ہے۔

یا اللہ تو ہی ہمارے ایمان و اسلام کا محافظ ہے۔ ورنہ اغیار نہیں۔ اپنے ہی گلشن اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔

اللہ مسلم خواتین کو ہدایت دے۔ اور ان کے قلوب کو نور ایمان سے منور کرے۔ کہ بجائے اس کے کہ حکومت سے گمراہی و بے دینی کی اشاعت میں اعانت کی خواہاں ہوں۔ حکومت کو مجبور کریں کہ وہ ہم میں اسلامی تعلیم کو رائج کرے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے میں جو مشکلات ہیں ان کو دور کرے مسلمانوں کی حلال کمائی کا روپیہ پیسہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ کہ وہ حیا سوز اور خلاف اسلام اسکیموں پر صرف کیا جائے اللہ کے اس فرمان کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

حکومت سے مسلمانوں کی یہ استدعا ہے۔ کہ وہ جلد از جلد قرارداد مقاصد کو عملی جامہ پہنائے۔ اور پاکستان کا آئین آئین قرآن ہو جن چیزوں کو اسلام نے صریح طور پر حرام کیا ہے ان کو صاف طور پر ممنوع قرار دینا حکومت پاکستان کا اولین فرض ہے واقعہ ہے کہ جس روز اللہ نے قرآن پاک میں شراب کی حرمت نازل کی اس روز مسلمانوں نے شراب کے مٹکے انڈیل دیئے کہ شراب گلیوں میں مینہ کے پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق شراب پینے کے برتن توڑ دیئے۔ اور پھر اس کو منہ تک نہ لگایا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو ام الخبائث (تمام برائیوں کا نچوڑ) فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کہا ہے۔ کہ یہ پلید اور شیطانی عمل ہے۔ دین اسلام میں اسکی تجارت اور خرید و فروخت ممنوع ہے۔ اسکا دوا کے طور پر بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اللہ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ اس روشن حقیقت اور نص قطعی کے ہوتے ہوئے حکومت پاکستان کو لازم ہے کہ وہ پینے والوں کے واسطے کوئی گنجائش رکھے بغیر اسکے متعلق قطعی حکم امتناعی صادر کرے۔

رسالے کا معیار بلند ہونا چاہیئے

ہمارا خود بھی اور کئی احباب نے مشورہ بھی دیا ہے۔ کہ رسالہ انوار الصوفیہ کا معیار بلند ہونا چاہیئے۔ اور اس میں قارئین کے واسطے مختلف عنوانوں کے تحت دلچسپی کا سامان مہیا کیا جائے۔ یہ مشورہ رسالہ کی خیر خواہی اور حقیقت پر مبنی ہے۔ وہی رسالہ کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے۔ جو اپنے مقاصد کو پورا کرنے میں حالات حاضرہ کی روشنی کے اندر صحافتی خوبیاں رکھتا ہے۔

اس لئے رسالہ کے واسطے جو اصحاب کوئی مضمون لکھیں ان کو چاہیئے۔ کہ اس ڈھب سے لکھیں کہ مدلل ہونے کے علاوہ اصول و قواعد سے اس کے اندر کوئی سقم نہ ہو۔ فصاحت و بلاغت اور کمال ادبیت کے معیار پر تلا ہوا ہو۔ اردو سلیس اور عام فہم ہو۔ ترکیب و ترتیب درست ہو۔ تذکیر و تانیث اور افراد و جمع۔ مبتدا و خبر کے درمیان مطابقت و موافقت ہو۔

ہمارے مولوی لوگ اگرچہ وہ بڑے فاضل اور ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ ادب اردو سے اکثر ناآشنا ہیں۔ بات سچی کہتے ہیں۔ مگر ایسے ڈھب سے کہ دل متاثر نہیں ہوتے۔ اغیار کذب و باطل کو بھی ایسے سلجھے ہوئے انداز میں کہتے ہیں۔ کہ سننے والے تڑپ جاتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی صاحب مضمون لکھیں۔ تو ایسا لکھیں جیسا میں نے اوپر کہا ہے۔

اگر آپ کی خدمت میں شمارہ جماعت کا مقدس صحیفہ انوار الصوفیہ وی۔ پی کیا گیا ہے تو اسکا وصول کرنا آپ کا جماعتی فرض ہے۔ اگر آپ اپنے اندر ذوق تصوف پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو انوار الصوفیہ کے خریدار بن جائیں۔

بحضور امام الاولیا والاصفیا۔ وارث انبیا۔ خواجۂ مشکلکشا سلطان طریقت۔ برہان شریعت۔ غوث العالمین فرزند ختم المرسلین حضرت خواجۂ بلاگردان سید محمد بہاؤ الدین شہنشاہ نقشبند مرحوم نے دردمند رحمۃ اللہ علیہ

جناب خواجۂ مشکلکشا کا نام لیوا ہوں
اسیر حلقۂ عشق شہنشاہ بخارا ہوں

بخارا کے ہزاروں ہیں میں بھر بکی تمنائیں
کسی محبوب کا متلاشی نقش کف پا ہوں

ترے نقش محبت کی قسم اے نقشبند دل
مرقع حسرتوں اور بھی ارمانوں کا نقشا ہوں

زمانے کے حوادث نے مجھے مجروح کر ڈالا
تو ہے میرا تماشائی میں خود محو تماشا ہوں

ادھر بھی جام اک ای ساقی خواجہ بہاؤالدین
جگر میں پڑ گئے کانٹے ہیں مدت سے پیاسا ہوں

دل پر درد اور زخم جگر کے آپ مرہم ہیں
ادھر بھی اک نظر میں کھا رہا جرکے چرکا ہوں

گل افسردہ ہوں میں تو تری بستان عشق کا
مثال خار کیوں حاسد کے دل میں کھٹکتا ہوں

مری ناکامیاں محرومیاں بھی اب تو روتی ہیں
کرم فرمایئے وارفتۂ غربت کا ستایا ہوں

بلاؤں میں گھرا اور سخت مضطر ای بلاگرداں
یہ ہنگام مدد ہے کیونکہ اب میں بے سہارا ہوں

انوار القرآن

سورۃ فاتحہ

از ایڈیٹر

قرآن شریف میں تالیف اور جمع کے اعتبار سے جو پہلی سورۃ ہے۔ اسکا مشہور نام سورۃ الفاتحہ ہے۔ اور اس کے علاوہ احادیث صحیحہ میں اس کے یہ نام بھی آئے ہیں۔
سورۃ الحمد۔ سورۃ الشافیہ۔ سورۃ الکافیہ۔ سورۃ الدعا ام القرآن۔ سورۃ الاعظم۔ سبع مثانی۔

یہ اور دوسری سورتوں کے نام وہی ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتعلیم الٰہی اپنی امت کو بتائے۔ اس لئے تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں۔ اس میں قیاس اور رائے انسانی کو دخل نہیں ہے۔

سورۃ الفاتحہ اس کو اس لئے کہتے ہیں۔ کہ قرآن پاک کا افتتاح اس سورۃ سے ہوتا ہے۔ سورۃ الحمد اس لئے کہتے کہ یہ سورۃ پاک الحمد للّٰہ سے شروع ہوتی ہے۔ یا اس میں اللہ نے اپنی حمد کی۔ اور بندوں کو حمد کرنے کی تعلیم دی۔
سورۃ الشافیہ اس لئے کہ اس میں امراض جسمانیہ وروحانیہ کی شفا ہے۔ سورۃ الکافیہ اس لئے کہ یہ سورۃ نماز میں باعتبار قراءت کے اپنے غیر سے کافی ہے۔ یا اسلئے کہ یہ سورۃ اپنے مضمون ومعانی کے اعتبار سے کل قرآن کا نچوڑ ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں اسکو قرآن عظیم کہا ہے۔ سورۃ الدعا اس لئے کہ اس میں بندہ اپنے رب کی بارگاہ عالیہ میں دعا کرتا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہ آمین ہ
ام القرآن اس لئے کہ یہ کل قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔
سورۃ الاعظم اس لئے کہ اس کے فضائل بہت ہیں۔

بسبع مثانی اسلئے کہ اس کی آیتیں سات ہیں۔ اور نماز کی ہر رکعت میں اسکو دوہرایا جاتا ہے۔

سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کا مفہوم

قرآن پاک میں ہر سورۃ کے اوپر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ "مکیۃ" (مکے والی) "مدینۃ" (مدینے والی)۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ مکی وہ سورۃ ہے جو مکہ میں اور مدنی وہ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی سورتیں اور آیتیں بھی ہیں۔ جو ان دونوں جگہوں میں نازل نہیں ہوئیں۔ اور جہاں وہ نازل ہوئی ہیں۔ ان کو اس جگہ کیطرف ہرگز منسوب نہیں کیا گیا۔ اس لئے اسکا مطلب یہ ہے کہ مکی ان سورتوں یا آیتوں کو کہتے ہیں جنکا نزول سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام ہجرت سے پہلے ہوا۔ خواہ مکہ میں ہوا۔ یا کسی اور جگہ اور مدنی وہ سورتیں یا آیتیں ہیں جو آپ کے ہجرت کے بعد مدینہ میں یا کسی اور جگہ نازل ہوئیں۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل

احادیث پڑھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کے فضائل بہت بیان فرمائے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اس کو حقیقۃً (خود اپنی زبان سے) یا حکماً (امام کی زبان سے) نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے۔ اس کے حقیقتاً یا حکماً پڑھے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔

یہ سورۃ سارے قرآن پاک کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ جو حقائق و بصائر اور معارف سارے قرآن میں ہیں۔ وہ اس میں مجملاً بیان کر دیئے گئے ہیں۔ جن کو ارباب علم و دانش خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس سورۃ کی تلاوت کرنے سے گویا سارے قرآن کی تلاوت ہو جاتی ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو ام القرآن اور سورۃ اعظم کا نام دیا ہے۔ اس کو حدیث قدسی میں الصلوٰۃ (نماز) بھی کہا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی یعنی صلوٰۃ (نماز) میرے اور میرے بندے کے درمیان بانٹی ہوئی ہے۔ ولعبدی ما سئال اور میرے بندے کے واسطے وہ ہے۔ جو اس نے مانگا۔ اس سورۃ میں عبد اور معبود کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ معبود وہ ہے۔ جو تمام جہانوں کا مالک اور رحمان اور رحیم اور مالک یوم الدین ہے اور حقیقی طور پر عبادت کا حقدار اور اس لائق ہے۔ کہ اس سے مدد کا سوال کریں۔ عبد وہ ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے لیکر اپنے انتہائی کمال پانے تک اس کا محتاج ہے عبد وہ ہے۔ جس کی ہر کیفیت اور اسکی زندگی کا ہر پہلو نور عبادت سے درخشاں و تاباں ہے۔ عبد وہ ہے۔ جو اپنی زندگی کا بہترین مقصد اس کی رضا جوئی کے راستہ پر چلنا سمجھتا ہے۔ عبد وہ ہے جو ہر وقت یہ دعا کرتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا اسکو اپنے مقبولانِ بارگاہ کے زمرہ میں شامل کرے۔ اور گمراہوں اور ان لوگوں سے جن پر وہ ناراض ہے۔ اپنی حفاظت کے سایہ میں رکھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ اور جبرئیل علیہ السلام ایک جگہ بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک آواز سنی جس طرح کوئی دروازہ کھلتا ہے جبرئیل نے کہا آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا پھر ایک فرشتہ حاضر ہوا۔ جبرئیل نے کہا یہ فرشتہ اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ فرشتہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سورۃ فاتحہ سکھائی اور کہا یہ وہ سورۃ ہے کہ اسکی مثل نہ تورات میں ہے نہ زبور میں نہ انجیل میں ہے نہ قرآن میں۔

اسلام اور پاکستان

از عالیجناب قبلہ و کعبہ عقیدتمنداں حضرت الحاج مولانا مولوی حافظ صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

تدبر و تفکر اور غور و تامل سے ہر ایک پر یہ حقیقت واضح ہے۔ کہ پاکستان کی اساس و بنیاد اسلام اور اس کی محکم اور مضبوط ہدایت و تعلیم پر ہے۔ پاکستان ایک جسم ہے جس کی روح اسلام کے قوانین و ضوابط اور اس کے زریں اصول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمکو آزادی کی نعمت اس لئے دی ہے۔ کہ ہم اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو درست کریں۔ اور صراط المستقیم پر بے روک ٹوک گامزن ہوں۔ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غلبۂ کفار سے مردہ ہو گئی ہے۔ احیا کریں اور اس کے سانچہ میں اپنی زندگی کو ڈھالیں۔ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قیام پاکستان میں یہی مقصد تھا۔ کہ مسلمان جو اپنے خاص خیالات۔ خاص عقائد خاص اعمال۔ خاص اخلاق۔ خاص تمدن خاص اصول سلطنت و حکمرانی میں تمام غیر مسلم قوموں سے متمایز ہیں۔ اپنے واسطے ان سے الگ ملک بنائیں جس میں یہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی زندگی کے جمیع مقاصد کو سر انجام دیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک نیتی اور خلوص کی طفیل مسلمانوں کو پاکستان مرحمت فرمایا اب اسکی حفاظت و [illegible]۔ اس کی فلاح و بہبودی سے خود ہماری اپنی حفاظت اور فلاح و بہبودی وابستہ ہے۔ اس لئے ہمیں ایک لمحہ کے واسطے بھی اس کی عمرانیت و حفاظت سے غافل ہونا اکبر الکبائر گناہ تصور کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو اپنے پاک کلام میں جس کو اس نے ہماری فلاح و بہبود اور ہدایت کے واسطے ہم پر نازل فرمایا۔ یہ دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سکھلائی اس دعا اور درخواست میں بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنی زندگی کے ہر نہج اور اپنے عمل کے ہر پہلو میں سیدھے راستہ پر چلائے جانے کی بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کرتا ہے۔ مطلوبہ راہ راست اور صراط المستقیم کے ساتھ تین قیدیں لگی ہوئی ہیں۔ اے اللہ تو ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔ ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ ان کا جو راہ راست سے بھٹک کر اپنی منزل مقصود کا راستہ کھو بیٹھے ہیں۔

ان تین قیدوں میں سے پہلی قید تخصیصی اور پچھلی دو احترازی ہیں۔ تخصیصی قید یہ ہے کہ سیدھا راستہ جس پر چلائے جانے کی استدعا ہے۔ وہ صرف ان بزرگوں کا راستہ ہو جن پر انعام ربانی اور فضل الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔ دو احترازی قیدیں یہ ہیں۔ کہ ان کی راہ سے ہم کو دور رکھا جائے جن پر انکی معصیت کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کا عتاب و قہر نازل ہوا۔ اور ان کے راستہ سے جو اپنی گمراہی کے سبب منزل مقصود سے دور جا پڑے ہیں۔

قرآن پاک میں بڑی وضاحت اور بسط سے اہل دنیا اور بالخصوص اہل اسلام کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ انعام یافتہ گروہ کون ہے۔ اور جن پر غضب ہوا وہ کون ہیں۔ اور جو راہ راست کو کھو چکے ہیں وہ کون ہیں۔ قرآن پاک نے بتا دیا ہے کہ صراط مستقیم وہ راہ ہے جن پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین چلے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر گامزن ہو کر اور جس کو اپنا ضابطہ حیات جانکر اپنا انجام اور اس کے ثمرات و نتائج اپنے حق میں بہتر سے بہتر دنیا و آخرت میں پا سکتے ہیں والآخرۃ خیر للذین یتقون۔ انجام اور اس کے ثمرات و نتائج ان لوگوں کے حق میں بہتر ہیں۔ جو اپنے آپ کو ان لوگوں کے راستہ پر چلانے سے بچاتے ہیں۔ جن پر ان کی نافرمانی کے سبب عذاب نازل ہوا۔ یا وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔

قرآن پاک کا بغور مطالعہ کرنے سے اور گذشتہ امم کے واقعات اور ان کے عروج و نزول کے حالات پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے تمام قسم کی کامیابیاں اور فلاح و بہبود کے ابدی خزائن انہیں لوگوں کو دیئے ہیں۔ جو اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کے نقش قدم پر چلے۔ اور پھر اس طریق سے بچے جو دین الہی کے خلاف ہے۔ اور ان کے مقابلے میں جو قوم بھی کفر و شرک کی ظلمت و تاریکی میں سرکشی و نافرمانی کرتی ہوئی آئی۔ اللہ نے ان پر اول الذکر لوگوں کو فتح و نصرت عطا کر کے ان کو تباہ و برباد کر دیا

؎ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
عزیزیکہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

جو دعا جس کا ذکر ابھی اوپر کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالے نے امت محمدیہ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ تاکید کی ہے۔ کہ یہ دعا مانگو الہی! ہم کو نبیوں کی راہ پر چلنے کی توفیق عنایت فرما اور یہود و نصاریٰ جو تیرے مغضوب اور تیری راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان کے راستوں اور طریقوں سے ہم کو بچا۔

یہاں پر یہ بھی سمجھنا چاہیئے۔ کہ مغضوب اور ضال جس طرح اہل کتاب میں ہیں۔ اپنی اپنی مزاجی مناسبت کی بنا پر ویسی صورتیں متابعتہً شبہ اہل کتاب میں بھی ہیں۔ جن کی دو جماعتوں سے ہم کو قرآن پاک نے آگاہ کرایا ہے۔ اور وہ مجوس اور صابئین ہیں۔ جن میں ایران قدیم اور ہند قدیم کے باشندے بھی اور اب جو غیر مسلم قومیں سکھ۔ ہندو وغیرہ ہیں۔ وہ بھی داخل ہیں۔ ان کے راستوں اور طریقوں کی پیروی انبیاء علیہم السلام کے راستوں سے دور لے جاتی ہے۔ جہاں ہلاکت و فلاکت اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مسلمانان پاکستان کے سامنے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کی وہی روشن راہ ہونی چاہیئے۔ جو ان کی فلاح و بہبود اور فوز المرامی کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ اور جو ہماری طبع پر اقوام غیر کا گہرا اثر ہو گیا ہے۔ جو اب تک چھوٹنے میں نہیں آتا۔ اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھنے اور کہلوانے کے باوجود بھی ہم وہی پسند کرتے ہیں۔ جو ہمیں انگریز پسند کروا گیا ہے۔ اس کا مقصد تو یہی تھا کہ ہم اسلام سے بہت دور نکل جائیں اگر ہم زبان سے تو مسلمان ہی کہلوائیں۔ اور دل سے بھی ہم یہی سمجھتے ہوں۔ لیکن ہم مسلمان نہ ہوں۔ ان کو اگر ہم سے ڈر تھا۔ تو ہمارے مسلمان ہونے سے ڈر تھا۔ اس لئے انہوں نے ہر ممکن کوشش سے ہمکو ہمارے اسلام سے اجنبی محض کر کے ہی چھوڑا۔ لیکن اللہ کا رسول فرما گیا ہے کہ جب میری امت کا سفینہ ناساز ہو گا۔ اور مخالف ہواؤں میں گھر جائے گا۔ اور ہر طرف سے

اعداء اس کے ڈبونے کی کوشش کریں گے۔ تو اللہ میری
امت سے کوئی ایسا آدمی پیدا کر دے گا۔ جو اپنی
روحانیت اور استعداد قابلیت اور عزم راسخ اور
یقین محکم اور صبر و استقلال سے میری امت کی
ڈوبتی ہوئی ناؤ کو کنارے پر لگا دے گا۔ اور دشمن
منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی
اللہ کا یہ وعدہ پورا کیا۔ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمانوں
کی ڈوبتی ناؤ کا ناخدا بنا کر بھیج دیا۔ انہوں نے لوگوں
کو جو ارشاد کیا لوگوں نے اس کو سنا اور کئی اپنے اور
بیگانوں نے سخت مخالفت بھی کی عاقبۃ الامر
جو مخالفت کرتے تھے ان کے سینے اللہ نے اس
بات کو سمجھنے کے واسطے کھول دیئے۔ جو قائد اعظم قوم
کے بھلے کے واسطے کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری
مدد کی اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے اولیا کا صدقہ
ہم کو آزادی جیسی نعمت عطا کی۔

اب ہم کو بیدار ہونا چاہیئے۔ اپنے آپ کو قرآن
و حدیث کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی اسلامی صورت دیکھ
کر شرمانا چاہیئے۔ کہ وہ مداری ہمیں کیا سے کیا بنا گیا
ہے۔ وہ ہماری نہ صرف صورت کو بلکہ ہماری سیرت
مسخ کر گیا ہے پھر ہم اس کی ایجاد و اختراع۔ وہ دولت
و طاقت۔ حکومت و سلطنت کی ظاہری چمک دمک
پر بھول گئے اس نے اپنے گونا گوں کرتبوں اور
کھیلوں سے ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ ان
کی عریانی و بے پردگی ان کی نفس پرستی و ہوسناکی
دنیا پسندی ان کے تکبر و انکسار ان کے کفر و عصیاں
کی ہر تصویر ہمارے دل کو پسند آ گئی۔ ہمارے بچے،
جوان۔ بوڑھے۔ عورت اور مرد ہر ایک اس کوشش
میں ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کی اس نقشہ کو پیدا کردہ

تہذیب تمدن۔ طور و طریق۔ شکل و لباس۔ تعلیم و تربیت
کی راہوں کی اقتدا کی تیز سے تیز دور میں دوسروں سے آگے
بڑھ جائے۔ اور ہر اس ناصح کی تکذیب میں مصروف رہے۔
جو ان کو ان منصوبوں اور گمراہیوں کے راستے سے باز رکھنے
کی کوشش کرے۔

آج مسلمان نوجوان اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اپنی ملت
کے رہنمائے اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ نہیں
بلکہ لینن۔ سٹالن۔ ہٹلر۔ چرچل اور روزویلٹ اور اسی
طرح کے دیگر فرعونیان زمانہ کے نمونوں کی تلاش اور ان
کے روپ بھرنے میں ہر طرح کوشاں ہیں۔ اور انہیں کی
پیروی میں مسلمان نجات سمجھتے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ؁

ایں خیال است و محال است و جنوں۔

خوب اچھی طرح جان لو۔ نجات اور سعادت۔ اور
فلاح و ترقی چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ جو فلک نبوت کے
سوا کہیں نہیں دیکھے جا سکتے۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔
محکومی و غلامی غارت ہو گئی۔ آزادی و حکومت ملی۔
ہندوستان گیا۔ پاکستان آیا۔ انگریز چلا گیا ہم کو بھی اپنے
سابقہ گناہوں پر نادم و پشیمان ہو کر دربار الہی میں تضرع و
زاری کرنی چاہیئے۔ اپنے منہ کی سیاہی دھونی چاہیئے۔
اپنے دل کی ظلمت و تاریکی کو نور ایمان سے بدلنا چاہیئے۔
جو ہم میں دینی اعتبار سے فروگذاشتیں اور کوتاہیاں ہیں
وہ سب کی سب دور ہو جانی چاہئیں۔ ہماری زندگی کے تمام
پہلو دینی روشنی سے تاباں و درخشاں ہو جانے چاہئیں۔ ہم کو
اپنے اخلاق و عادات اور جود و سخاوت۔ عبادت و ریاضت
معاملات و سیاسیات۔ اقتصادات و معاشرت میں اللہ اور
اس کے رسول کے تابع ہو جانا چاہیئے۔ ظاہری طور پر انگریز
چلا گیا۔ لیکن حقیقت و اصلیت کے اعتبار سے تو وہ تب

جائے گا جب اس کی پیدا کی ہوئی باتیں ہم مسلمانوں سے
نکل جائیں گی۔ مسلمان مدت سے اس حالت میں ہیں۔
کہ وہ اپنے کو بھول گئے۔ اور دوسری قوموں کی نقالی
میں مصروف ہیں۔ اسلام ایک مستقل نظام حکومت۔
نظام حیات۔ نظام اقتصاد۔ نظام سیاست اور نظام اخلاق
کا نام ہے۔ خود اپنے نظامات سے روگرداں ہو کر یا ان میں
ترمیم و تبدیلی کر کے دنیا کے دوسرے ناقص و فاسد نظامات
کو اختیار کرنے میں مسلمانوں کا اپنی فلاح و بہبود تصور کرنا یہ
وہ تصور ہے۔ جس پر جتنا سر پیٹا جائے اور افسوس کیا جائے
کم ہے۔

آج مسلمان آزاد اور حکومت ان کے ہاتھ میں ہے۔
ان کو چاہیئے کہ وہ پھر سے اپنی رفتار کی سمت اور زندگی
کے مقصد کو درست کریں۔ وہ اللہ کے محکوم اسکی شریعت
کے حامل اور دنیا میں اس کی شہنشاہی کے نمائندہ ہیں
انکو پہلے اللہ کے قانون کو خود اپنے اوپر اور پھر اس کے
بعد دوسروں کے اوپر نافذ کرنا چاہیئے۔

فرائض الٰہی کی ادائیگی تمام فرائض سے اہم اور ضروری
ہے۔ اگر کوئی اپنے دفتری کام کو ہر وقت پر حاضر ہو کر
سرانجام دینا ضروری سمجھتا ہے لیکن پنجوقتہ نماز کے
واسطے پابندی اوقات کے ساتھ حاضر ہونا کبھی اس کے
خیال میں نہیں آیا۔ تو کیا یہ اسلامی کردار یا اسلامی ذہنیت
ہے۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کے فرائض ہر حال میں اہم اور
اقدم ہیں۔ ہر محکمہ میں حکومت کو چاہیئے کہ ملازمین کی
دینی تعلیم کے واسطے معلمین کا تقرر کرے اور اپنے
ماحول میں اور اپنے قرب و جوار میں مساجد کی تعمیر کروائے
ہر محکمہ میں امامت کے واسطے علما مقرر کئے جائیں۔ جونہی
نماز کا وقت آئے اذان ہوتے ہی چھوٹے سے لیکر
بڑے تک۔ چپڑاسی سے لے کر افسر تک اپنے مشاغل
سے دست بردار ہو کر قریبی مسجد میں باجماعت نماز ادا کریں۔
جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کیواسطے شہر کی جامع مسجد
میں جو شہر کا افسر اعلیٰ ہے۔ وہ وقت کی پابندی کے ساتھ
صف اول میں آکر بیٹھے بلکہ افسر اعلیٰ کے اندر اتنی استعداد
و قابلیت مذہبی ہونی چاہیئے۔ کہ وہ خطبہ اور نماز کی امامت
خود اپنے نفس سے کرے اور ہر ایک کو قانونی طور پر
نماز جمعہ پڑھنے کا حکم کر دینا چاہیئے۔ نماز جمعہ کے اہتمام
اور اس کے فضائل حاصل کرنے کی تعلیم بالتاکید قرآن
پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دی ہے
اب تک اس پر کوئی عمل نہیں ہے۔ ملازمین کو اپنے
کام سے اس وقت جامع مسجد کی جانب جانے کا موقعہ
ملتا ہے۔ جب امام نماز پڑھانے کے واسطے تیار ہوتا ہے
اسی طرح جا بجا ہر گاؤں اور ہر شہر میں جس طرح
انگریزی تعلیم کے واسطے سکول اور کالج بنائے گئے ہیں۔
اور بنائے جاتے ہیں۔ مذہبی۔ دینی درسگاہیں اور سکول
جاری کرنے چاہئیں۔ کہ مسلمان بچوں کو باقاعدہ قرآن پاک
اور دینی علوم کی تعلیم دی جائے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رباعی

حُبِّ دُنیا کا ہیں سبب لذّات
مانعِ یادِ حق ہے یہ ہیہات
ترکِ دنیا ہو سہل تر طالب
اُکثروا ذکر ھاذم اللذّات

اولیاء اللہ

(از مولانا ابو النور محمد فاضل صاحب کوہاٹی امیر حلقہ)

کوئی رتبہ خدا کے پاک بندوں کا کیا جانے ۔۔۔ محبانِ خدا ہیں وہ انہیں ان کا خدا جانے

انہی بندوں کی برکت سے نظام دہر قائم ہے ۔۔۔ ملے تم کو جو کچھ ان سے خدا کی ہی عطا جانے

محمدؐ کی اطاعت نے دلایا ان کو یہ رتبہ ۔۔۔ خدا سے جو مانگیں وہ ملے اس سے سوا جانے

خدا کے پاس مقبول ہیں ان کی دعائیں بھی ۔۔۔ اٹھائیں ہاتھ جس دم وہ تو جھٹ بدلی قضا جانے

ہیں دل ان کے منور نور عرفان الٰہی سے ۔۔۔ کریں نظر کرم گر وہ جلے دل کا دیا جانے

ہدایت گر تو چاہتا ہے تو جا کر انکی خدمت میں ۔۔۔ تو حاضر ہو توجہ سے اثر کا پھر مزا جانے

گئے ہوں جو نہ خدمت میں محبان الٰہی کی ۔۔۔ ہے ملتا کیا سبق ہمکو وہاں انکی بلا جانے

خدا کے پاک بندے ہیں محمدؐ کے وہ پیارے ہیں ۔۔۔ خدا کی شان کے مظہر جہاں انکو بھلا جانے

فرشتوں سے بھی بڑھکر ہے یہ رتبہ نیک بندوں کا ۔۔۔ ہدایت سے ہی محروم جو اس کو خطا جانے

وہی بندہ ہی کرسکتا ہے اپنے قلب کو روشن ۔۔۔ محبانِ خدا کے در کا جو خود کو گدا جانے

خدا کے پاک بندے کی نگاہ سے بدلیں تقدیریں ۔۔۔ حقیقت ہے نہ کوئی اسکو مومن کی حمد جانے

اولیاء اللہ اور اقبال

از جناب مولانا مولوی منظور احمد صاحب خطیب اگوکی

حضرات ناظرین! آپ عنوان کو دیکھ کر متعجب ہوئے ہوں گے۔ کہ حضرات اولیاء اللہ کے ساتھ اقبال کا نام کیوں لیا۔ شاید آپ کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا ہو۔ کہ اس مضمون میں اولیاء اللہ کے فضائل کے ساتھ اقبال کے فضائل بھی ذکر ہوں گے۔ نہیں میرا مقصود اس عنوان کو تجویز کر کے مضمون لکھنے کا یہ ہے۔ کہ اس وقت جبکہ مادی طاقتیں اپنے پورے جوبن کے ساتھ روحانیات اور روحانی ہستیوں کو مٹانے کے درپے ہیں۔ جبکہ تہذیب و تمدن میں ترقی کا دعوے کرنیوالی قومیں ان پاکیزہ ہستیوں کو دقیانوسی اور فرسودہ خیال والے کہہ کر مسلمانوں کے دلوں سے انکی سطوت و عظمت اٹھا دینے پر تلی ہوئی ہیں۔ انگریز کی صدسالہ غلامی اور انگریزی ماحول و فلسفہ میں پلے ہوئے ہمارے نوجوان مسلمان جو میدانِ معرفت کی صحرا نوردی کرنے کے بغیر مخالفتِ اولیاء اللہ کرتے پھرتے ہیں۔ ان پر واضح کیا جاوے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے انگریزی مدارس میں ایم۔ اے تک تعلیم بھی حاصل کی فلسفہ و اخلاق کی تعلیم کے لئے یورپ کی یونیورسٹیاں بھی چھان ماریں۔ یورپ اور جرمنی کے بڑے بڑے فلاسفروں نے اعلیٰ اعلیٰ خطابات سے بھی نوازا۔ لیکن ان کی نگاہِ دور اس میں یہ سب بھول بھلیاں معلوم ہوئیں۔ اور آپ نے تمام متمدن اقوام و ممالک کی شان و شوکت کو ایک مردِ قلندر کے پاؤں تلے روند ڈالا۔

ع
نہ تخت و تاج میں ہے نہ لشکر و سپاہ میں ہے
مزا جو مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

تو اس مضمون کے لکھنے سے میرا مقصود صرف یہی ہے کہ منکرین اولیاء اللہ اگر قرآن و احادیث کی روشنی میں بیان کئے ہوئے دلائل پر غور کرنا بارگراں سمجھتے ہوں، تو چودہویں صدی کے ایک ممتاز اسلامی، یوپی اور جرمنی فلاسفر، شاعر مشرق، محب قوم و وطن، اعلیٰ سیاستدان اور بیدار مغز ہستی کا کلام پڑھ کر اندازہ لگا لیں۔ کہ ڈاکٹر اقبال روحانی کمالات کے مالک پیروں اور فقیروں کو کسطرح قوم کے سامنے پیش کر کے ان کے فضائل میں مدح سرائی کرتے اور ان کے راستہ پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ناظرین کے لئے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک جگہ فقیروں سے ارادت پیدا کرنے اور دردِ دل حاصل کرنے کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ع
نہ دیکھ ان فرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

(۲) اس کے ساتھ ہی اہلِ دل کی روحانی طاقت کو اسطرح بیان فرماتے ہیں۔

ع

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے انکے پاک سینوں میں

(۳) درویش کا مقابلہ کرتے ہوئے یقین کامل پیدا کرنے کی ترغیب یوں دیتے ہیں۔ ع

یقین پیدا کر اے غافل یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

(۴) دنیا کے مصائب و آرام سے حفاظت کے لئے فقر کو مستغنی رہنا پڑتا ہے۔ ع

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغناء

(۵) فقیروں کی نگاہ سلطنت سکندر سے بھی بلند ہے۔ ع

نگاہ فقر میں شان سکندری ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

(۶) فقر اور فقیری کا نتیجہ روم شام کی سلطنت سے بھی بہتر ہے

ع آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنت روم و شام

(۷) مرد فقیر اور خوددار کی ایک ضرب فوج کا کام کرتی ہے

ع فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ
چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

(۸) پیر رومی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کو بہت عقیدت تھی۔ جن کی صحبتِ روحانی سے فیوضات و برکات حاصل کرکے یوں فرماتے ہیں۔ ع

صحبت پیر روم مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب۔ ایک کلیم سر بکف

(۹) حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ سرہندی کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرتے ہیں۔ ع

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(۱۰) راہ فقر و سلوک پر گامزن ہونے کے لئے عشق و محبت کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اس چاشنی سے آشنا ہیں۔ وہ حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ع

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اسقدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری

غربا کے نام رسالہ جاری کروائیں۔

مخیر اور صاحب ثروت یاران طریقت کا فرض ہے۔ کہ اپنی زکوٰۃ کا کچھ حصہ دفتر انوار الصوفیہ سیالکوٹ۔ میں ترسیل کریں تاکہ ان کے اس روپیہ سے غربا اور نادار پڑھے لکھے یارانِ طریقت کے نام ایک سال کے واسطے رسالہ انوار الصوفیہ جاری کیا جاوے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری بدربار حضرت خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ رح حضرت خضر علیہ السلام کے سبق میں مدت تک مشغول رہے۔ کچھ مدت بعد حضرت خواجہ خواجگاں یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تو قطب زماں تھے۔ بخارا شریف میں تشریف لائے۔ تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بالالتزام حاضر خدمت ہوتے رہے۔ مگر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تکرار اسی سبق تلقین کردہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہی کرتے رہے۔ اور حضرت خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت تک بخارا میں ہی مقیم رہے۔ اور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت اقدس میں روزینہ حاضر رہتے تھے اور ان کی صحبت اور خدمت میں حاضری سے فوائد کثیر اخذ کئے۔ یہاں تک بالآخر حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پیر طریقت محبت کے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

اگرچہ خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ذکر جہر تھا اور چونکہ خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے طریقہ خفیہ کی تعلیم فرمائی تھی۔ اس لئے حضرت خواجہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو طریقہ جہر کا حکم نہ فرمایا۔ اس کو فرمایا کہ جسطرح حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے۔ اسی طرح کئے جاؤ۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت میں روش صحبت ہے۔ اور وہ ہمیشہ سب کے مقبول رہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر رہ صدق وصفا اور متابعت شریعت و سنت حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کاربند رہے۔ اور مخالفت بدعت وضلالت و ہوا میں کوشاں رہے۔ اور اپنے چلن کو اغیار سے پوشیدہ رکھا۔ اور جو سبق ان کو جوانی میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اس پر تمام کاربند رہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میری عمر اسوقت بائیس ۲۲ سال کی تھی۔ جب حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا۔ اور ان کو راہ عرفان وسلوک کی وصیت فرمائی۔ اور جب تک خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماوراء النہر میں تشریف فرما رہے۔ خواجہ صاحب ان کی خدمت بابرکت میں ہر وقت حاضر رہ کر استفادہ کرتے رہے۔ اور جب خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ خراسان تشریف لے گئے تو خواجہ صاحب ریاضت میں مشغول رہتے۔ اور اپنا احوال پوشیدہ رکھتے تھے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان و مدارج ولایت

آپ کی ولایت کی یہ شان تھی۔ کہ آپ ایک وقت نماز میں کعبہ شریف آتے اور جاتے تھے۔ گویا طے الارض ان کی شان ولایت میں صرف معمولی چند قدم ہوا کرتے تھے۔

بظاہر ملک شام میں کسی وقت بھی جانا آپ کا کسی کو معلوم نہ تھا۔ مگر زمین کی مسافت کو طے کرلینا ان کی شان ولایت میں ایک معمولی بات تھی۔ آپ کے ملک شام میں بھی بے شمار مرید ہوگئے۔ اور خانقاہ اور آستانہ تیار ہوا تھا۔

خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ مسند ارشاد پر بیٹھے اور ایک مدت دراز تک مخلوق خداوند تعالےٰ کو رشد وہدایت کے راستہ کی ہدایت اور رہبری کرتے رہے۔ اس زمانہ کے آپ ہی صاحب عزیمت تھے۔ اور مسند رشد وہدایت و دعوت خلق پر آپ ہی متمکن رہے اور طالبان حق کی رہنمائی کرتے رہے۔

ذکر خفی۔ خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے دوسرے مریدین ذکر جہر کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خواجہ صاحب خواجہ بزرگ کو ذکر خفی کی اوّل تلقین حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ ان کو خواجہ یوسف ہمدانی نے خواجہ صاحب کو باوجود دوسرے مریدوں کی شکایت کے خواجہ صاحب کو ذکر خفی سے منع نہ فرمایا۔ اور نیز آپ کو اوّل تلقین ذکر خفی حضرت خواجہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ اور حضور خواجہ صاحب نے باوجود دوسرے مریدوں کی شکایت کے ان کو ذکر خفی سے منع نہ فرمایا۔ بلکہ ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح حضرت خواجہ خضر علیہ السلام مامور ہوئے۔ اسی طریق میں مشغول رہو۔

خشیت و خوف الٰہی و پوشیدگی احوال

جب حضرت خواجہ صاحب بعد از خرقہ خلافت صاحب خواجہ محمد یوسف ہمدانی کے دربار سے رخصت ہوئے تو سالہا سال تک آپ مشغول عبادت رہے۔ اور مدت دراز تک مشغول مجاہدات و ریاضت رہے۔ اور خلقت سے اپنے احوال کو بالکل پوشیدہ رکھا۔ اور کسی کو ان کے حال سے اطلاع نہ تھی۔ کہ خواجہ صاحب کیا کرتے ہیں۔ ایک دن اپنے عبادت خانہ میں رو رہے تھے۔ تو مریدوں نے آپ کی سخت گریہ زاری اور اضطراری کو دیکھکر عرض کیا۔ کہ آپ کے ایسے عمدہ اطوار اور خوشی اوقات میں پھر اس خوف و رونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس وقت اللہ تعالےٰ کی بے نیازی کو خیال کرتا ہوں نزدیک ہوتا ہے۔ کہ جان جسم سے باہر نکل جائے اور اس سبب سے خوف آتا ہے۔ کہ شاید بے قصد

اور بلا علم ایسا کوئی فعل مجھ سے سرزد ہوگیا ہو جو اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہو۔ اور جس جگہ آپ بیٹھتے ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو قتل کرنے کو مبتلا یا ہے۔

ارشادات۔

(۱) فرمایا میری بائیس سال کی عمر تھی۔ جب حضرت خضر علیہ السلام نے میری تربیت کے لئے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کو فرمایا۔

(۲) ایک درویش نے عرض کیا کہ تسلیم کیا ہے فرمایا کہ تسلیم یہ ہے۔ کہ روز الست سے جو جان و مال فروخت کر کے جنت خرید لیا ہے۔ آج بھی تسلیم کرے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ ط

فرمایا تسلیم نفس و مال اس طرح ہوتا ہے۔ کہ اپنے نفس کو مملوک حق سبحانہ تعالےٰ سمجھے اور اپنے تئیں وکیل یعنی وکیل خرچ حق تعالےٰ جانے اور جہاں تک ہو سکے اپنے مال و جان سے بندگان حق تعالےٰ کے ساتھ نیت نیکی کرے۔ اور مال دنیا کو باطنی جگہ نہ دے اور حکم و قضا حق تعالےٰ کو تسلیم کرے۔

(۳) فراغت دل کی نسبت ارشاد فرمایا۔ کہ دنیا دل میں محبت راہ نہ پائے۔ اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔ خدا تعالےٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا۔

فاذا فرغت فانصب

یعنے جسوقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جاوے۔ اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔

فرمایا۔ جو لوگ خرید و فروخت اور خلق سے معاملہ داری میں اللہ تعالےٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ ان کی تعریف میں اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ

اگر ان لوگوں میں سے ہو جاؤ تو سبحان اللہ ورنہ ان لوگوں کی جان و مال سے خدمت کرنا۔ یعنی تقصیر نہ کرنا۔ اور ان کے واسطے اسباب جمعیت و فراغت میں رکھو۔ تاکہ ان کی دولت میں تمہارا تعلق رہے۔ اور جو طاعت و عبادت اس لقمہ کی قوت سے ان لوگوں سے ہو۔ اس کا ثواب اس کو بھی ملے۔ اور ان کے درجات و مقامات اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں۔ اور قیامت کے روز ان کی خدمت اور محبت میں محشور ہوں۔

یہ لوگ حضرات خاصیت لی مع اللہ وقت رکھتے ہیں۔ اور جس وقت قابل تصرف جذبات الوہیت ہوتے ہیں۔ اہل زمین و آسمان کے عقدے کھل جاتے ہیں۔ کہ جذبۃ من جذبات اللہ توازی عمل الثقلین اور اسوقت اس جانی اور مالی خدمت کرنے والے کا جو کچھ نصیب ہوتا ہے کہ اہل مشرق و مغرب اس کا حساب نہیں کر سکتے مل جاتا ہے۔ چنانچہ اسی بات کی طرف صاف اشارہ ہے۔

وابتغ ما اتٰک اللہ الدار الاخرۃ

جو تیرا حصہ دنیا سے ہے اسکو رضاء الٰہی میں صرف کر

مرثیہ بر وفات حسرت آیات بیگم اللہ دتا

(از جناب ڈاکٹر اللہ دتا)

تھی گیارہ دسمبر کی   جب کہ رحمت نے راہ جنت لی
داغ فرقت دیا بڑھاپے میں   طالب اب کیسے آئے آپے میں
تو بیٹھے یا داغ کیا غم تھا   تیرے مرنے نے مار ہی ڈالا
ساتھ بے وقت تو نے چھوڑا ہے   کیسے رشتہ تو نے توڑا ہے!
تجھ کو میرا خیال کتنا تھا   ایک بیوی کو ہو نہیں سکتا
دوری کتنی تجھے ستاتی تھی   پیٹ بھر کر نہ ہی کھاتی تھی
گھر سے باہر اگر میں جاتا تھا   نامہ بر پیچھے پیچھے آتا تھا!
میرے کھانے کا فکر رہتا تھا   میرے کپڑوں کا ذکر رہتا تھا
گھر کی مد نظر تھی بہبودی   پر مقدم تھی میری خوشنودی
شاق تھی تجھکو میری ناشادی   اور خوشی میری گھر کی آبادی
میرے آرام کی سدا خواہاں   میرے ہر کام میں سدا کوشاں

باوفا بیوی تھی کہ مشفق ماں
ہر ادا میری پر رہی قربان

تجھ سے جنت بنا ہوا تھا گھر   حور بھیجی تھی حق نے دنیا پر
عاشقانہ وہ میری خدمت کی   بیوی کیا تھی کہ رب کی رحمت تھی
چھوڑ کر مجھکو وہ گئی تنہا   حیف! دو تو جدا ہوئے تنہا
وہ تو خوش پالیا جو مانگا تھا   اور میں خوش کہ حق کا منشا تھا
مر کے ہاتھوں نہیں میرے جانا تھا   درس وحدت مجھے پڑھانا تھا
میری تکلیفوں کا گیا احساس   حب دیرینہ کا کیا نہ پاس

ہیچ ہے سب کو غرض پیاری ہے
۴ دنیا ساری ہی دنیا داری ہے

ضعف تھا یا مراقبہ تیرا   تو نے ایسے ہی ہم سے منہ پھیرا
اک نظر سے تو دیکھ جانا تھا   جا کے پھر تو نے لوٹ کر آنا تھا
یہ زبردستی ہے کہ مجبوری   بات سنتی نہیں ہو اب پوری

۴ تو گئی پر نہ گئے اس دل سے
تیری الفت کے ہیں مزے ایسے
جینا مرنا تو ہے خدا کے ہاتھ
یاد تیری رہے گی دم کے ساتھ
جا تجھے حق تعالے جنت دے
میں نے سب حق حقوق اب بخشے
آس پوری ہوئی ترے دل کی   حق سے عرفات میں جو مانگی تھی

بولو! بولو! ذرا تو کچھ بولو! لڑکیوں سے تو اپنی کچھ کہہ لو
تینوں بیٹھی ہیں پاس روتی ہیں تجھ پہ قربان صدقے ہوتی ہیں
ان کے دکھڑے سنا کریگا کون انکے غم میں مرا کریگا کون!
کون انکی کریگا دلداری کون انکی کریگا غمخواری!
تجھ سی مرجائے جن کی مشفق ماں درد کا ان کے ہو گیا درماں
بے جی کہہ کر کسے پکاریں گی عمر اس غم میں ہی گذاریں گی
زندگی خاک ان غریبوں کی ہائیں بچپن میں ہی مریں جنکی
نور، منظر، مظفر و خورشید افتخار اور سب بنات سعید
ملکے آئے ہیں سب تجھے لینے ہم کو داغ مفارقت دینے
ایک تو تھی تو کوئی نہ تھا یاد آج خانہ مرا ہوا برباد!
گرچہ گھر والے ہیں سبھی گھر میں گھر ہے خالی جو تو نہیں گھر میں
بیویوں کی تو کیا کمی ہے یہاں تجھ سا ساتھی مگر ملےگا کہاں
قفل گھر کو لگا چلی اماں! مجھ سے پیری میں کب ہے گھٹنے کا

صبر! طالب ہوا ہے کیوں باولا
مرضی مولا از ہمہ اولےٰ!

حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گذشتہ سے پیوستہ (از گوہر)

ما طلعت الشمس ولا غربت علیٰ احدٍ افضل من ابی بکرٍ الا ان یکون نبیاً

سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع غروب نہیں ہوا جو ابوبکر سے زیادہ بزرگ ہو۔

ابوبکرٍ خیر الناس الا ان یکون نبیاً۔ سوائے نبیوں کے ابوبکر سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ جس شخص کا مجھ پر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے۔ وہ ابوبکر ہے۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اخوت اسلام ہے۔

آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہجرت کی اور غار ثور میں آپ کے ساتھ تھے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ آپ اور ابوبکر صدیق غار میں تھے۔ آپ ہی کو فرمایا تھا۔ لاتحزن ان اللہ معنا۔ میرے رفیق غار غم نہ کھا بیشک اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ آپ ہی رازدار نبوت تھے۔ اور کلام نبوت کو دوسروں سے بہت جلدی اور اس کی مراد کے مطابق سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہارا دین کامل ہوگیا اور اللہ نے اپنے بندے کو دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دیا ہے۔ سو اس نے آخرت کو اختیار کیا۔ اس بات کو سنکر ابوبکر صدیق رو پڑے۔ لوگ تعجب سے کہہ رہے تھے۔ اس بوڑھے کو کیا ہوگیا ہے آپ نے فرمایا لوگو تم نے جانا نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے آپ کی وفات مفہوم ہو رہی ہے۔ جس بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے۔ وہ آپ ہی ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر ظلمت ہے۔ لیکن ابوبکر کے دروازے پر نور ہے۔

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ جو سارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمات پر انہوں نے خرچ کر دئے۔ آپ نے سات غلاموں کو جنکو اسلام لانے کی وجہ سے ان کے ظالم آقا بڑی بے رحمی سے عذاب دیتے تھے۔ اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا۔ آپ نے بعید خلاف مرتدین عرب اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا۔ اور قرآن پاک کو جمع کیا۔ اور جیش اسامہ کی تجہیز فرمائی۔ بیت المال کا تقرر فرمایا۔ آپ کو عہدۂ خلافت کی مصروفیت کی وجہ سے ابونا روزگار جاری رکھنا مشکل ہوگیا۔ تو حضرت عمر رضہ اور عامہ مسلمانوں کی صلاح و مشورہ سے ابوعبیدہ رضہ ابن جراح نے کہا۔ میں تمہارے واسطے

ایک متوسط مہاجر کا خرچ بیت المال سے مقرر کرتا
ہوں۔ آپ کو سردیوں اور گرمیوں کے لئے کپڑے مل
جایا کریں گے۔ جب بوسیدہ ہو جائیں تو ان کو
واپس کر کے نئے لے لیا کریں۔ پس آپ کے واسطے
اس نے نصف بکری کا گوشت اور اتنا کپڑا جو آپ
کو سر اور پیٹ ڈھانپنے کے واسطے کافی ہو مقرر کر دیا۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ کے اخراجات کے
واسطے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا گیا۔ آپ بیمار ہوتے
تو آپ کے واسطے طبیب لانے کو کہا۔ آپ نے فرمایا
طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ پوچھا پھر اس نے کیا
کہا آپ نے فرمایا اس نے کہا ہے۔
میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔
آپ نے حضرت عائشہؓ کو کہا جب تک ہم مسلمانوں
کا کام کرتے تھے ہم بیت المال سے کھاتے پیتے رہے۔
جسقدر مسلمانوں نے ہمارے واسطے مقرر کر دیا تھا۔ اس
لئے پانی کھینچنے کا اونٹ۔ اور ناقہ جسکا ہم دودھ
پیتے تھے۔ اور پیالہ جس میں ہم سالن ڈالتے تھے۔ اور
چادر جو ہم اوپر اوڑھتے تھے۔ اور حبشی غلام یہ سب لٹریہ
میرے مرنے کے بعد مسلمانوں کو واپس دے دینا۔ یہ
ان کا حق ہے۔ خوف الٰہی آپ پر اتنا غالب تھا۔ کہ فرمایا
کرتے کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا جو کاٹا جاتا اور
جلایا جاتا۔ یا میں گھاس ہوتا جسکو جانور کھا کر اپنا
پیٹ بھرتے۔ آپ نماز کی حالت میں خشوع و خضوع
کی وجہ سے اسطرح ہوتے جس طرح لکڑی ہے آپ نے
تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانی منگل کی رات کو سنہ ۱۳ھ
میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور حضرت عمرؓ نے منبر اور
روضہ نبوی کے درمیان آپ پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور پھر آپکو
نبی علیہ الصلوٰۃ کے ساتھ آپ کے سر مبارک کو کندھے کے
برابر کر کے دفن کر دیا۔ آپ کی لحد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی قبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

اولیاء اللہ

از جناب مولانا الحاج ابوالنور محمد فاضل صاحب قماکوہلی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ
واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔
امابعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ الا ان اولیاء اللہ لا
خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۰ الذین امنوا
وکانوا یتقون ۰
مذکورہ بالا آیہ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے۔
سن لو بے تحقیق اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے
نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ۱۲
اس مضمون میں میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اولیاء اللہ کون
ہیں۔ اور انہیں خوف اور غم کیوں نہیں ہوتا۔
اولیاء جمع ہے ولی کے معنی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا دوست
یعنی وہ لوگ جن کو اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے۔
پس جو اللہ تعالےٰ کے دوست ہوں۔ انکو خطرہ ڈر
اور غم کس بات کا ہو سکتا ہے۔
خدا تعالےٰ فرماتے ہیں۔
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
فرما دیجئے اگر تم کو اللہ دوست رکھتے ہو۔ تو میرے
فرمانبردار ہو جاؤ۔ پس اللہ تعالےٰ کی دوستی حاصل
کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات

صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے۔ جسقدر اتباع زیادہ ہو گی۔ اسی قدر مرتبہ بلند ہو گا۔ اور مقام قرب حاصل ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے (عن ابی ھریرہ) من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بحرب وما تقرب الی عبدی بشیئ احب الی من اداء ما فترضت الیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سالنی اعطیتہ وان استعاذنی اعیذنہ وما ترددت عن شیئ انا فاعلہ ترددی عن نفس المومنین یکرہ الموت وانا اکرہ ساءتہ۔ ترجمہ

دیکھیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور مجاہدہ اور کثرت عبادت سے ایک مومن کس طرح ترقی کر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خداوند تعالےٰ کی رضا اس کی رضا ہو جاتی ہے۔ اس کا فعل خداوند تعالیٰ کا فعل ہو جاتا ہے جو کچھ وہ مانگتا ہے اسے مل جاتا ہے اور وہ محبوب خدا بن جاتا ہے۔ فرمایا جو مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں۔ یہ حکم عام رکھا اس سے معلوم ہوا۔ کہ اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اسی لئے ہم ان سے دعائیں کراتے ہیں اور ان کو وسیلہ بناتے ہیں۔ دوسری آیت میں ہے ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لہ بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دیگا (یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیگا۔ بخاری اور مسلم میں حدیث شریف میں ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فلانا میرا محبوب ہے حضرت جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمانوں میں ندا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں۔ تو آسمان والے اسکو محبوب رکھتے ہیں پھر زمین میں اسکی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔

مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ مومنین۔ صالحین اور اولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ ولی اللہ بننے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت کرنے سے یہ نعمت حاصل ہو گی اور اس نعمت کا پھل یہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کا دوست اور محبوب بن جاتا ہے جس کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ خود اسے محبوب بنا لیتا ہے۔

اب میں یہ بیان کرونگا کہ اولیاء اللہ کا مقام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کس قدر قدر و منزلت ہے۔ اولیاء اللہ کے مقام کا پتہ لگانا کوئی آسان کام نہیں جن کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری۔ میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ ہاں ولی را ولی شناسد کے محاورہ کے مطابق اولیاء اللہ کا مقام بعض اولیاء اللہ کو معلوم ہو جاتا ہے ورنہ یہاں تو یہ حالت ہے کہ ع

کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد اور

؎ دگر سالکے محرم راز گشت
بہ بندند بروے رہ باز گشت
کسے را دریں بزم ساغر دہند
کہ داروئے بیہوشی اش در دہند

لیکن بعض اولیاء اللہ ایسے بھی ہوئے ہیں۔ جن کو حضرت خضر علیہ السلام ملے اور وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ ولی اللہ ہیں تا بدگراں چہ رسد۔

یہ تو رہا مقام اللیبان کی قدر و منزلت کے متعلق پڑھ لیجئے۔

باقی آئندہ

نظم

از قاضی نور محمد عابد فاروقی کوہاٹی

حالتِ امروز و فردا ہے عیارِ زندگی
عمل کر نادان گذرتی ہے بہارِ زندگی

دیکھنا ہے رازِ ہستی سینۂ مومن میں دیکھ
قلبِ مومن میں ہے پوشیدہ وقارِ زندگی

غیرِ از ایمان کوئی مردِ کامل ہوگا کب
نکتۂ ایمان یہ ہے بس انحصارِ زندگی

آشیاں کا کیا بھروسہ توں پر تیار رہ
ایک جھونکے میں گریگی شاخسارِ زندگی

ہے تمنا زندگی کی چل طریقِ موت پر
کم نہیں مردہ سے جو ہو خواستگارِ زندگی

ہو گئی تقدیر پھر حائل ہماری راہ میں
رہ گئے ہو کر مقید در حصارِ زندگی

کھو دیا سب تو نے مسلم ہو کے غافل دین سے
یاد ہے تو تھا کبھی اک شاہسوارِ زندگی

لو امارت کی ہے مسلم سی جواب آنے لگی
بھول بیٹھے ہیں یہ عابد اب شعارِ زندگی

قوم کے ابھرتے ہوئے نوجوانوں کے نام

از قاضی نور محمد عابد فاروقی کوہاٹ

ہوئے برگِ چمن بادِ خزاں کے زیرِ سایہ جب
نئی کونپل سے بلبل کی ہوئیں وابستہ امیدیں

ہر وہ درخت جسے بادِ خزاں نے ایک فضول چیز بنا دیا ہو جب تک اس میں ایک پتا بھی سبز باقی رہتا ہے۔ باغبان کی امیدیں منقطع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ بادِ خزاں سے چمن کے اجڑ جانے کا ملال ہوتا ہے۔ ساتھ ہی نکلتی ہوئی سبز سبز کونپلوں سے یعنی خزاں کے بعد آنے والی بہار سے اپنی امیدوں کے وسعت دینے میں فراخ دلی سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر اس نے اپنی امیدوں کو خدا کے سہارے چھوڑ دیا تب تو امیدیں بھی بر آتی ہیں اور وہ بھی خوش رہتا ہے۔ اور اگر امیدیں بر نہ آئیں تو خداوند کریم کی خوشنودی ہی کیا کم ہے۔

ہم اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یعنی اپنے کو اس شجرِ اسلام کا ایک پتہ جانتے ہیں جسے خداوند کریم نے اپنے رسول سے لگوایا تھا اور عشاقِ رسالت و وحدانیت نے اپنے مجاہدانہ عزم کو ساتھ لیکر اپنے قیمتی خون سے سینچا تھا جن کی یادگاریں ابھی تک زمانے کے معدوم کئے نہ ہو سکیں اور اب بھی جہاں کہیں مسلمان ہیں وہاں کہیں نہ کوئی گنج شہداء ضرور ہوگا جن کی ریں درگاہِ رب العالمین میں کبھی ہونگی کہ اے خدا ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا تیرے حکم کو دنیا کے چپہ چپہ پر پہنچا دیا جو درخت تو نے اپنے رسول کے ہاتھوں سے لگوایا ہم نے تیرے حکم سے اس کو اپنے خون سے سینچ کر سرسبز کر دیا اب اس وقت خزاں کی آمد کی وجہ سے ہمارے دل

وہ دیکھ رہے ہیں جو دیکھا نہیں جاتا ....

جن کے کاندھوں پر ہم اس خدمت کا بار ڈال کر آئے تھے۔ ہم نے ان کو خدا کا بندہ سمجھا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ ڈالر کے بندے تھے۔ عیش و عشرت کے بندے تھے۔ فیشن کے بندے نہ تھے ....

آج کل جن کو دعوےٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کے رہبر ہیں۔ اگر ہمارے زمانہ کے مسلمان اب پیدا ہو جائیں تو انہیں پہچان بھی نہ سکیں...

خدا ان کو راہِ ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ ان کو ختم کر دے جس سے کہ ہماری توہین نہ ہو۔ یہ مسلمان جو تجھ سے بہت دور ہیں۔ ہمارا کبھی ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو ہمیں توہین محسوس ہوتی ہے خدایا ہماری طاقت ضبط جواب دے چکی۔ اب ان سے ایسی قوم پیدا کر جو تیری شان کو چار چاند لگائیں۔ اور ہماری طرح وہ بھی اپنی جان تیری راہ میں ارزاں جانیں۔

آپ کو غور کرنا چاہیے۔ کہ ہم کون ہیں۔ کس لئے پیدا ہوئے کس واسطے زندہ رہنا ہے۔ کیوں مرنا ہے

تمہارے اوپر خدا کے بہت احسانات ہیں۔

تم نے خدا سے نہیں کہا تھا۔ کہ ہمیں پیدا کرو۔ اس نے پیدا کیا۔ اور احسان یہ کہ انسان بنایا۔ اور اس سے بڑا احسان یہ کہ مسلمان کے گھر میں پیدا کیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ وہ تم کو بجائے انسان کے جانور بناتا .... تو تم کچھ نہ کر سکتے تھے۔

اس کی قدرت تھی کہ وہ تم کو بجائے مسلمان کے ایک ہندو کے گھر پیدا کرتا یا انگریز کے یہاں..

لیکن خدا کا کتنا بڑا احسان کہ ان سب کو چھوڑ کر تم کو ایک مسلمان کے یہاں بصورت انسان پیدا کیا۔ لیکن تم ہیں کہ خدا کو پہچانتے ہی نہیں۔ رات دن چوبیس گھنٹے کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں۔ دوستوں کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ غرضیکہ زندگی اپنی حسب منشا گذار دیتے ہیں۔ کہ نہیں سوچتے کہ کچھ ہمارے لئے بھی خدا کا حکم ہے یا نہیں۔ خدا نے ہم کو ایک مسلمان کے یہاں صرف اس لئے پیدا کیا تھا۔ کہ ہم بچپن سے خدا کی بندگی کرنا سیکھیں۔ اور اپنی طرز زندگی کو تمدن کو خدا اور اس کے رسول کی مرضی کے سانچے میں اس طرح ڈھال لیں۔ کہ دوسری قومیں رشک کریں۔ اور ہم ان کے لئے ایک نمونہ ہوں۔ تمام دنیا میں خدا کی حکومت قائم رکھیں شیطان اور کفر کی حکومتوں کا تختہ الٹ دیں۔ یعنی ہم خدا کے بہادر سپاہی ہوں۔ ہماری زندگی اور موت صرف خدا کے لئے ہو!

کیا آپ نے کبھی یہ غور کیا ہے۔ کہ مسلمانوں میں انگریزوں کی غلامی میں ڈیڑھ سو سال کیوں گذارے اور ہم کیوں غلام بنے۔ اگر تم نے کبھی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تمہیں معلوم ہوگا ورنہ آئندہ معلوم ہو جائے گا کہ صرف اس کی وجہ یہی تھی کہ اب سے ڈیڑھ سو سال پہلے کے مسلمان خداداد دولت اور حکومت سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگے تھے خدا کو بھول کر اپنے فرائض کو فراموش کر کے اپنے نفس کے بندے بنے عیش و آرام میں پھنس گئے۔ وہ یہ بھول گئے کہ ہمارے آباو اجداد عرب و ایران سے کس لئے آئے تھے۔ وہ نہیں سوچتے تھے کہ محمد بن قاسم نے سندھ پر کیوں حملہ کیا تھا محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیوں کئے تھے۔ اور ان تمام خود فراموش اور عیش و آرام کے بندے بننے کا انجام یہ ہوا کہ حکومت کرنے کے قابل نہ رہے خود غلام ہوئے اور آئندہ نسلوں کو ان کے گناہوں کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ جو کہ ہم اور آپ نے بھی گذشتہ ۲½ سال تک دیکھا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی اور خداوند کریم کا احسانِ اعظم ہے کہ ہم نے

آزادی کا زمانہ دیکھا اور شائد خدا نے ہم کو اس قابل سمجھا ہے کہ ہم اس کے سپاہی بن سکیں گے اور اس کی حسبِ منشاء اس کی حکومت قائم کر سکیں گے اور شائد ہم بھی بادِ خزاں کے بعد کی وہ کونپل ہیں۔ جس سے کہ باغبان نے اپنی اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں اگر ایسا ہے تو خداوند کریم غفور و رحیم کی ذرہ نوازی ہے وہ جس کو چاہے نواز دے.....؟؟؟ میں ابھی ابھی عیش و عشرت کے بندوں اور ان کے انجام کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ تم باغِ اسلام کی خزاں کے بعد پیدا ہونے والی کونپل۔ نئی پھوٹنے پھلنے والی پود ہو۔ خدا کے فضل سے آزاد ہو۔ تمہارے اوپر غیر مذہبی حکمران نہیں۔ کہ تمہیں خدا کا سپاہی بننے سے روکیں تم اپنی مرضی کے مختار ہو۔ باغ اسلام کی رونق تم سے ہوگی یہ مانا کہ تمہارے والدین اور سرپرست اپنے فرائض کو نہیں جانتے ورنہ تم ایسے نہ ہوتے کہ مسلمانوں کے بچوں اور دیگر مذاہب کے بچوں میں کوئی فرق نظر نہ آتا۔ اگر فرق ہے۔ تو صرف اتنا کہ ہمارا نام اسلامی اور ان کا غیر اسلامی ہے وہ بچپن ہی سے دینوی اور دنیاوی علوم حاصل کرتے ہیں اور ہم بجائے دستخط کے انگوٹھے لگاتے ہیں۔ انہیں تو اپنے مذہب سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہے ہمیں کچھ بھی نہیں۔ وہ کچھ کاریگری اور ہنر سیکھتے ہیں۔ اور ہم اپنے والدین کے پیسے چرانا سیکھتے ہیں۔ غرضیکہ ایسے بہت سے فرق ہیں کہاں تک شمار کروں۔ خیر۔ ان لوگوں نے تو اپنا زمانہ گذار دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اپنی عمر کس طرح بسر کریں۔ اور خصوصاً یہ بچپن کے دن کیوں کر بسر کریں اور ان کا پروگرام کیا ہونا چاہیئے۔

یہ ہر ایک انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ ہر ایک کام کا آغاز کرنے سے پیشتر اس کو یہ معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے کہ اس سے کیا فائدہ اور کیا نقصان ہوگا۔ دوسری چیز یہ کہ کس طرح کیا جائے۔ کیونکہ اگر اس کا طریقہ معلوم نہ ہو۔ تو کام بحسن و خوبی انجام نہیں پا سکتا۔ اور اگر اس کا فائدہ یا نقصان معلوم نہ ہو۔ تو اس کام پر جی نہیں لگتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے ہمکو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ ہم کیا کریں کیوں کریں۔ اور کس طرح کریں۔ ان معلومات کے حاصل کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ انسان کی تمام زندگی دنیاوی مصروفیات میں گذر جاتی ہے۔ ایک لمحہ بھی فرصت نہیں ملتی۔ کہ ایسی معلومات مہیا کی جائیں۔ صرف بچپن کا زمانہ ایسا ہے کہ جس میں کوئی دنیاوی فکر نہیں ہوتی۔ تمام ضروریاتِ زندگی کے ذمہ دار والدین ہوتے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ایسے وقت کو کھیل کود یا فضول کاموں میں ضائع نہ کریں۔ بلکہ دینوی و دنیاوی معلومات حاصل کریں۔ جو صاحبان صاحب وسعت ہیں خود کتابیں خرید کر پڑھ سکتے ہیں۔ جن میں اتنی وسعت نہیں۔ وہ پڑھے لکھے لوگوں کے پاس بیٹھ کر ایسی معلومات حاصل کریں۔ نیک اور اسلام دوست لڑکوں کو اپنا دوست بنائیں۔ شریر لڑکوں سے اقرار کریں۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑنا چھوڑ دیں۔ یہ نہ سمجھو کہ ہمیشہ بچے ہی رہینگے۔ اور اس طرح کھیل کود میں زندگی گذار دینگے۔ نہیں ایسا ہر گز نہیں ہوگا جن لوگوں کو تم دیکھتے ہو۔ کہ دن رات محنت کرتے ہیں فکروں میں گذار دیتے ہیں۔ اور ضروریات زندگی پوری نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ بھی چند سال پیشتر ہماری طرح بچے تھے۔ اور اپنے ماں باپ کے لاڈلے تھے۔ لیکن قدرت کے قانون کے مطابق ان کے والدین نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ان کو بیکس و بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ ہمارا بھی یہی حال ہونا ہے۔ بلکہ ہمارے اوپر ان سے زیادہ ذمہ داریاں عائد ہونے والی ہیں۔ جس میں سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری یہ ہوگی۔ کہ ہم کو اپنی آزادی اور خدا کی

حکومت کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اور شیطانی حکومت کا تختہ الٹنا ہوگا۔ اور دشمنانِ اسلام جو شجرِ اسلام کی طرف زہریلی ہوائیں چھوڑ رہے ہیں۔ اسے گرا دینے کے لئے موقع کی تاک میں اس کی طرف گھور رہے ہیں۔ ہمیں ان کی آنکھیں نکالنا ہیں۔ ان کو بے دست و پا کرنا ہے۔ غرضکہ ایسے دشمنوں کو دنیا سے ختم کرنا ہے۔ لیکن تم کو معلوم ہے کہ یہ کیونکر ہوگا۔ یہ صرف اس طرح ہوگا کہ تم اپنے عیش و آرام سے الگ رکھو علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ۔ ؏

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے

خداوند کریم سے دعا ہے کہ اے رب العزت ہم لوگوں کو راہ ہدایت عطا فرما۔ اور ہم کو شہادت کی موت سے محبت کامل عطا فرما

آمین ثم آمین

باب المسائل

از نائب مدیر گوہر

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

سوال۔ پیشاب کا قطرہ آنے کی دائمی بیماری ہے ایک نماز کے واسطے کئی دفعہ وضو کی حاجت پڑتی ہے۔ بوڑھا آدمی ہوں بار بار وضو کرنا سخت عذاب ہے۔ اگر شریعت میں میرے جیسے معذوروں کے واسطے اس مصیبت سے نجات پانے کی کوئی صورت ہے تو بیان فرمائیں۔

جواب۔ آپ جیسے معذوروں کے واسطے یہ حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت پر وضو کر لیا کریں۔ اور اس وضو سے آئندہ نماز کے وقت تک جسقدر نمازیں پڑھنی ہوں۔ پڑھ سکتے ہیں۔ دوسری نماز کے وقت پر پھر نیا وضو کریں۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت پر نیا وضو کرنا واجب ہوگا۔

سوال۔ درود شریف بے وضو پڑھنا جائز ہے یا نہیں
(احمد شاہ صاحب)

جواب۔ جائز ہے لیکن خلاف ادب ہے۔

سوال۔ کئی لوگ مسجد میں نماز پڑھنے کے واسطے نہیں آتے۔ گھر میں ہی پڑھ لیتے ہیں۔ اگر ان کو کہا جائے تو کہتے ہیں۔ مسجد میں جھگڑے اور کئی قسم کی دنیاوی باتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مسجد میں جانے سے یہی بہتر ہے کہ گھر میں ہی پڑھ لیں۔
(ملک اللہ رکھا صاحب)

جواب۔ اس قسم کی باتوں سے جماعت و مسجد کا ترک کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ مسجد میں آنے کی اور با جماعت پڑھنے کی حقیقت و تاکید احادیث میں بہت آئی ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو چاہئیے کہ وہ مسجد میں آئیں۔ اور با جماعت نماز پڑھیں۔ سنت و نوافل میں ان کو اختیار ہے جہاں جی چاہے پڑھیں۔

سوال۔ قائد اعظم کا فوٹو یا تصویر رکھنی جائز ہے؟
(رانا محمد اکبر صاحب مہاجر جموں)

جواب۔ قائد اعظم کا کیا سوال فوٹو یا تصویر مطلقاً

کسی جاندار کی عکسی رکھنی درست نہیں ہے۔ سخت منع ہے۔ جہاں کوئی تصویر ہو۔ وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

سوال۔ اردو یا انگریزی قرآن شریف پڑھنا جائز ہے (سید ممتاز احمد صاحب)

جواب۔ اردو قرآن یا انگریزی قرآن کہنا قرآن پاک کی توہین ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن عربی میں نازل کیا ہے۔ اسی تلاوت کا اور قرأت اور پڑھنے پڑھانے کا حکم ہے۔ اور اسی کی تفہیم و تعلیم اور پڑھنے پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔ اردو یا انگریزی قرآن پاک کا ترجمہ ہے۔ قرآن نہیں۔ اگر کسی اہل سنت والجماعت نے ترجمہ کیا ہے۔ تو سمجھنے کی نیت سے پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

سوال۔ اگر ضروری نہانا ہے۔ تو اسکا طریقہ کیا ہے۔ کہ آدمی پاک ہو جائے۔

(مستری عبدالرحمان پورن نگر)

جواب۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ پیشاب وغیرہ سے فارغ ہوکر جہاں کہیں بدن پر کوئی پلیدی لگی ہوئی ہے۔ پانی سے اس کو دور کریں۔ پھر وضو کریں۔ (اگر نہانے کی جگہ میں پاؤں کے پاس پانی جمع ہو جاتا ہے تو پاؤں غسل سے فارغ ہوکر دھوئیں) پھر سارے جسم پر تین دفعہ خوب اچھی طرح پانی بہائیں۔ اگر انگلی میں انگوٹھی یا کانوں میں بالیاں ہیں تو ان کو ہلائیں۔ تاکہ ان کے نیچے کی جگہ بھی تر ہو جائے۔ عورتوں کے واسطے ضروری ہے کہ سر کے بالوں کی جڑھ تک پانی پہنچائیں۔ بالوں کا کھولنا ان پر ضروری نہیں ہے۔

سوال۔ ناموں میں سے کون سے نام اچھے ہیں۔

(السائل حافظ رحمت علی روپویک)

جواب۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللہ کو وہ نام محبوب ہے جس کی نسبت اللہ یا اسکی کسی صفت کی طرف ہو۔ جیسے عبداللہ عبدالرحمان۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جس مسلمان کا نام میرے نام پر ہوگا۔ قیامت کے دن اسکو بخش دیا جائیگا۔

اس لئے۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ بشیر۔ نذیر نام بھی بہت اچھا اور موجب برکات ہے۔ علماء و صلحا کے طریقے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ نام بھی اچھا ہے۔ جس کی ترکیب میں اہل بیت میں سے کسی کا نام ہو۔ جیسے اختر حسین۔ افضل حسین اشرف حسین۔ انور حسین۔ بشیر حسین۔ حیدر حسین نور حسین۔ خادم حسین۔ نذر حسین۔ کسی پیغمبر کے نام پر نام رکھنا بھی اچھا ہے۔ جیسے ابراہیم۔ اسحاق یعقوب۔ یوسف۔ اسماعیل۔ بزرگوں کے نام پر نام رکھنا بھی نیک ہے۔ جیسے بایزید جنید عبداللہ احرار۔ جماعت علی۔

رباعی

یارب بمحمدؐ و علی و زہرا
یارب بحسین و حسن و آل عبا
از لطف برآر حاجتم در دو سرا
بے منتِ مخلوق مع الاعلیٰ علی

تصوّف قسط دوم

(از حضرت الحاج مولٰینا مولوی ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب کنجاہی خلیفہ مجاز اعلیحضرت سکر ٹلی پوری مدظلہ العالی)

تفسیر اتقان میں ہے ۔ کہ سب پہلے قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا ۔ وہ اقراء باسم ربک تھا ۔ اس کے بعد سورۃ نون ۔ بعد ازاں یا ایہا المزمل ۔ یعنی سورۃ مزمل شریف کا نزول ابتدائے اسلام میں اس وقت ہوا ۔ جب کہ ابھی نماز پنجگانہ فرض نہ تھی ۔۔ بالفاظ دیگر ابھی اسلام کی داغ بیل ڈالی جارہی تھی ۔ کہ سورۃ مزمل شریف میں طریق صوفیا و سلوکِ سالکاں کی تعلیم اور ساتھ ہی اس پر عمل شروع ہوگیا تھا ؎

نور حق شمعِ الٰہی ہے بجھا سکتا ہے کون
جسکا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

سورۃ مزمل شریف اول سے آخر تک پڑھ جایئے ۔ تصوف ہی بیان فرمایا گیا ہے ۔ تزکیہ و تصفیہ کے وظائف ۔ دستورِ عملِ سالکان ۔ ذکر ۔ فکر ۔ مراقبہ و تہجد وغیرہ نہائت پیارے الفاظ میں اپنے محبوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر بتائے ۔ سکھائے اور بیان فرمائے ہیں ۔ زہد ریاضت و مجاہدہ کے گر بتا کر راہِ سلوک کی تکمیل اور اعلیٰ مقامات تک کے نشان بتائے ہیں ۔ مثلاً رات کے جاگنے میں بڑی کوشش کرنی ۔ قرآن شریف ترتیل کے ساتھ تہجد کی نماز میں پڑھنا کہ نفس کے ساتھ بڑا جہاد ہے ۔

(۲) دن کے وقت بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی میں مشغول رہنا ۔

(۳) اللہ کے ذکر کی مداومت کرنی ۔ اور اس کے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو تازہ رکھنا ۔ اور دل میں اس کو نگاہ رکھنا (۴) سب تعلقات اور علاقوں کو کاٹنا ۔ ترک کرنا اور تجرید حاصل کرنا ۔

(۵) ہر امر میں بھروسہ اور اعتماد اللہ تعالٰے پر کرنا اور اپنے تئیں کسی چیز میں دخل نہ دینا ۔

(۶) خلق اللہ کے ایذا و ظلم کو سہنا اور اس پر صبر کرنا ۔

(۷) اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا ۔ لیکن ان کی خیر خواہی میں قصور نہ کرنا وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالٰے ہی کے حضور سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہے ورنہ ہرگز ممکن نہ تھا ۔ اور اسی طرف اشارہ ہے ۔ اس حدیث شریف صحیح میں جس کو محدثین کتاب سلوک و تقرب الی اللہ میں اول لاتے ہیں ۔ اور وہ حدیث شریف یہ ہے ۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تعالٰے کی طرف سے حکایت کے طور پر بیان فرمائی ۔ " اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ " (میں اپنے بندے کے ظن کے قریب ہوں ۔ جیسا وہ مجھ کو گمان کرتا ہے ۔ ویسا ہی اس سے معاملہ کرتا ہوں ۔ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ۔ جب کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے ۔)

ایک اور صحیح حدیث بھی ہے ۔ جو محدثین کی کتاب سلوک کی سرِ دفتر ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔

(باقی آئندہ)

انجمن خدام الصوفیہ پاکستان کے سنتالیسویں سالانہ اجلاس

کی

مختصر روئیداد

(از غلامانِ غلام سرکار علی پوری محمد کرم الٰہی بی۔ اے جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ پاکستان :۔)

یہ مبارک مجلس اور مقدس جلسہ بتاریخ ۱۱-۱۲ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء جمادی الثانی ۲۳-۲۴ سنہ ۱۳۶۹ھ موافق ۲۸-۲۹ بیساکھ سمت ۲۰۰۷ بکرم بروز سوموار منگلوار بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت رفیع الدرجت عظیم البرکت امیر الملت سلطان الاولیاء والعارفین امام الاتقیاء والسالکین برہان الاصفیاء والواصلین محبوب رب العالمین فرزند ختم المرسلین مرجع شیخ وشاب قطب الاقطاب قیوم عالم عالی جناب فضیلت مآب مولانا بالفضلِ اولانا مولوی حافظ حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ نقشبندی۔ مجددی۔ محدث علی پوری دامت برکاتہم بمقام علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ منعقد ہوا۔ جس میں شہر سیالکوٹ اور اس کے مضافات و دیہات ملکھے علاوہ ارد میانوالی۔ گجرات۔ وزیر آباد۔ جہلم۔ راولپنڈی۔ کوہاٹ۔ پشاور۔ سانگلہ۔ لائلپور۔ سرگودہا۔ کیمل پور۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ قصور۔ حصار۔ بنگلور۔ بٹالہ۔ گورداسپور۔ مراد آباد۔ حیدر آباد ملتان۔ کراچی۔ داغستان وغیرہ دور دراز شہروں اور علاقوں سے نہایت کثرت سے شوقینوں نے جلسہ میں شمولیت حاصل کر کے اپنے دل و دیدہ کو نورِ ایمان و ایقان سے منور کیا۔ ان کے چہرے کی رونقوں اور محبت آمیز اندازکی ملاقاتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ روضہ من ریاض الجنۃ ہے یعنی بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا انوار الٰہی کی تجلی گاہ ہے۔ جس کسی کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر روحانی مسرت جلوہ فرما تھی۔

حضرات صاحبزادگان عالی مقام دربار چورہ شریف میں عالیجناب مدظلہ و عالی جناب فضیلت مآب حضرت مولینا مولوی حاجی صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین دربار چورہ شریف و عالیجناب حضرت مولانا صاحبزادہ غلام نقشبند صاحب (اطال اللہ عمرہٗ) و عالیجناب معلے القاب مولانا الحاج صاحبزادہ پیر محمد صدیق شاہ صاحب و عالی جناب حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ منظور حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی علی رؤس المسترشدین نے اپنی تشریف آوری سے جلسہ کی رونق کو چار چاند لگا کر دوبالا کر دیا تھا۔ العرض ان مسیحا وسول ھمئے عشق

الٰہی کے سرشاروں علوم ظاہری و باطنی کے متوالوں کی مجلس سادگی سے منعقد ہوئی۔ اس پر ہزار ہا بناؤ سنگار قربان تھے۔ امیر و غریب شاہ و گدا میں کوئی تمیز اور فرق نہ تھا۔ سب کے سب برابر۔ متواتر میر مجلس کی مبارک اور خوش انداز نظر سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک فقیر اور غنی مفلس و زردار شہری و دیہاتی سب کے سب مساوی ہیں۔

جلسہ گاہ

نئی دہلی میں جلسہ کا انتظام نہایت ہی اعلیٰ پیمانہ پر تھا۔ جو یاران جھنگ سیالکوٹ ٹوبہ ٹیک کی حسن سعی کا نتیجہ تھا۔ جنوبی دیوار کے ساتھ ایک چبوترہ چوبی تخت پوشوں کا رنگین اور خوشنما قالینوں سے مزین و آراستہ کیا گیا تھا۔ جس پر صوفیائے کرام و علمائے عظام اور حفاظ اور مداحان محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کسی اور شخص کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ دھوپ سے بچنے کے لئے جلسہ گاہ کے اوپر خوبصورت سائبان اور شامیانے لگائے ہوئے تھے۔ اور تمام حویلی میں دریوں کا فرش تھا۔ جلسہ گاہ اور تمام حویلیوں۔ نشست گاہوں اور محل سرائے کو گیس و لیمپوں کی روشنی نے بقعہ نور بنا رکھا تھا۔ اور مزید برآں ان نورانی وجودوں کے نور باطن سے شائقین کے دل و دماغ منور ہو رہے تھے۔ اور ذاکران الٰہی لیمپوں کی سائیں سائیں کی آواز سے اپنے دل میں ذکر الٰہی کی چاشنی کو صرف محسوس ہی کرتے تھے۔

بلکہ نسیان سے آگاہی کی طرف بفضل ایزدی ترقی کرتے تھے۔

سبحان اللہ! حضور ممدوح الشان اعلیحضرت عظیم البرکت امیر الملت قبلہ عالم محدث علی پوری دامت برکاتہم کی قدردانی و نوازش ہائے پر قربان۔ حاضرین کی نگاہیں اسی جنوبی دیوار کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں۔ جہاں مقبولان بارگاہ ایزدی و محبان درگاہ سرمدی کی ایک جماعت جلوہ فرما تھی۔ جو اپنے انوار و تجلیات سے تمام جلسہ کو منور و تجلی کر رہی تھی۔ سبحان اللہ روحانیت کی مجموعی طاقت دلوں پر ایسا اثر کر رہی تھی۔ کہ جس سے حاضرین پر عالم محویت اور بے خودی طاری تھا۔ اور اس مسلسل بے خودی میں واعظ یا مقرر کی آواز جب کانوں میں پڑتی تھی۔ روح کو ہوش میں لا کر پھڑکا دیتی تھی۔ غرضیکہ یہ ایک روح پرور نظارہ اور بے نظیر مجمع جس میں علمائے کرام و صوفیائے عظام سجادہ نشینان ذوی الاحترام انگریزی خوان شہری اور دیہاتی غرضیکہ ہر طبقہ و ہر درجہ کے مسلمان وابستہ تھے۔ اگرچہ حاضرین کی تعداد پچیس ۲۵ ہزار سے زیادہ ہوگی۔ پھر بھی تمام جلسہ میں سوائے واعظ یا مقرر کے کوئی دوسری آواز نہ آتی تھی۔ شائقین جلسہ غلامان سرکار علی پوری ارادت و عقیدت کے نمونہ دم بخود صرف اس مہر عالمتاب کے نور سے ہی اپنے دل و دیدہ کو منور کرنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور الٰہی کی نظر الطاف و کرم کو اپنی دارین کی سعادت و کامیابی سمجھتے ہیں۔ آپ کے روئے منور پر نظریں جمائے خاموش

خداوند تعالےٰ ان کی عمر و اقبال میں برکت کرے۔

بیٹھے تھے۔ مگر ہاں اجب۔ کسی درد دل سے کوئی آہ نکلتی تھی۔ تو ان سالکانِ راہ خدا کی موجودگی کا پتہ دے جاتی تھی۔ ایک صاحب بصیرت شخص اس نظارہ کو دیکھ کر بآسانی اس نتیجہ تک پہنچ جاتا تھا۔ کہ اتفاق کی صدائیں جو آج چاروں طرف سے سنائی دیتی تھیں اور وہ اتفاق و اتحاد نصیب نہیں ہوتا تھا۔ اس سونے کی چڑیا کا گھونسلا یا بسیرا اس ہی مجلس مقدس میں موجود ہے۔ اغرض اسلامی اتفاق و اتحاد قائم کرنے یا مسلمانوں کو آج کل ایک مرکز پر قائم کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اس لئے کہ یہاں آنے والے اور یہاں کے آنے والوں کو بلانے والے محض محبت اور اخلاص سے آتے ہیں۔ اور خوشنودیٔ مولا کے حصول کی غرض سے بلائے جاتے ہیں۔

تمام کام کا انحصار للّٰہیت پر ہے۔ نہ کہ نفسانیت پر۔ نہ کوئی چندہ ہی لیا جاتا ہے۔ نہ کسی کی خواہش ہی ہوتی ہے۔ جس محبت و عزت اور الفت کی نگاہ سے ایک غریب (یارِ طریقت) اپنے امیر یار طریقت کو دیکھتا ہے۔ اس سے کئی حصے زیادہ محبت اور عزت سے امیر اپنے غریب پیر بھائی سے ملتا ہے۔ اس کے گلے لگتا ہے۔ فی الحقیقت دلی اتفاق و محبت اور یگانگت و یکجہتی اور مساوات کا یہی ایک واحد جلسہ نمونہ ہے۔

ع

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے

الغرض اس پاک اور مقدس مجلس کی جو کیفیت تھی۔ صاحب نظر کے لئے دیکھنے والی تھی۔ صاحب نظر کے لئے دیکھنے والی تھی۔ وہ لفظوں میں ادا ہونی ناممکن ہے۔ یہ چند الفاظ اس کی عکسی تصویر تصور کئے جاویں۔ جو ناز و ادا سے معرا ہوں۔ حقیقی کیفیت کا درد دراز رہنے والے اصحاب کے دلوں پہ پیدا کرنا ہمارے قلم کے بس کی بات نہیں۔

درد دل تم کو سنائیں تو سنائیں کیونکر
ڈاک میں بھیج دیں آہوں کی صدائیں کیونکر

الملخص معاملہ لب و دندان سے گذر کر دل و دیدہ پر آرہا تھا۔ ہر ایک طالب دیدار کی آنکھیں محبوبان الٰہی کے جلوہ جمال لگی ہوئی تھیں۔ اور بار بار یہ صدا آرہی تھی۔

ے

اتنا لحاظ دعوتِ دیدار میں رہے۔
بھوکا کوئی ہجوم میں بے جان رہ نہ جائے

جلسہ کیا تھا دعوتِ دیدار تھی۔ جس میں عاشقان الٰہی کو جی کھول کر حسرتیں نکال لینے کا پورا موقعہ ہاتھ آیا۔ جو ایا ساقی مئے وحدت جام الفت پلا کر بے ہوش کر دیا ہ

چشم ساقی کا اشارہ ہے یہ پیمانے سے
کوئی ہشیار نہ جائے مرے میخانے سے

اور مستانِ بادہ الفت الٰہی نے جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا

ے

ما گر تلاش دگر دیوانہ ایم
مست ایں ساقی و ایں پیمانہ ایم

مصارف خورد و نوش

مہمان نوازی کے مصارف و اخراجات کے لئے کوئی چندہ نہیں لیا جاتا۔ تمام اخراجات خورد و نوش ضروریاتِ شب باشی اور آرام گاہ اور دیگر اخراجات کلیتہً اعلیحضرت امیر الملت سیدنا و مرشدنا نے اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ کھانا نہایت پر تکلف دیا جاتا ہے۔ ہزار ہا مہمان ہوتے ہیں۔ جو فیاضی اور دریا دلی اعلیحضرت مدظلہ العالی کے دسترخوان پر دیکھی جاتی ہے۔ وہ کسی امیر و غنی کے دسترخوان پر نہیں دیکھی جاتی اور اس پر لطف یہ ہے کہ آپ سنت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ مہمانوں کو کھانا کھلانا اور ان کی خدمت کرنے کے لئے امراء اور اغنیا اور شہریوں کو مامور کیا جاتا ہے۔ جو اس خدمت میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ اور زبانِ حال سے کہتے ہیں ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنم
منت از وشمر کہ بخدمت بداشتت

امسال بھی سالہائے ماسبق کی طرح اعلیٰ حضرت نے یہ خدمت شہری یاروں کو بغیر کسی شہر کا نام لینے کے سپرد کی۔ اور فرمایا کہ پہلے دیہاتی لوگوں کو کھلا کر شہری کھانا کھلائیں۔ جو انہوں نے بدل و جان بخوشی و خوری ادا کی۔ صاحبزادگان عالی مقام باوجودیکہ وہ خدام اور غلامان کے مخدوم اور ہم سب کے معظم و مکرم ہیں۔ اور ان کے ہزار ہا خدام اور غلام موجود ہیں۔ مگر جملہ صاحبزادگان اللہ تعالے ان کے اقبال و علم و فضل اور عمر میں تا ابد ترقی عطا کرے خود رات دن مہمانوں (غلاموں) کی خدمت میں مصروف رہے۔ کیونکہ اعلیحضرت قبلہ عالم نے فرمایا ہوا ہے۔ کہ خادم سے مخدوم بنتے ہیں۔ ع

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

اور اصل طریقت خدمت خلق ہے ؎ ع

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

اور سید القوم خادمہم کے مقدس جملہ ارشاد کردہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام پر عمل پیرا ہو کر شان دکھا رہے تھے۔

دکانات

یارانِ طریقت کی سہولت کے لئے مختلف شہروں کے دوکاندار مٹھائی۔ دودھ۔ فالودہ لیمونیڈ سوڈا واٹر۔ پھل۔ کتب۔ سرمہ۔ تسابیح وغیرہ کی دوکانیں لیکر آئے تھے۔ ان کا بازار جلسہ گاہ کے قریب دروازہ مسجد نور سے لے کر دور قبرستان تک دو رویہ خوب جما ہوا تھا۔ اور بڑی حویلی سے لے کر نئی حویلی تک بھی دکانات لگی ہوئی تھیں۔ مگر جلسہ گاہ کو راستہ صاف تھا۔ جس سے یہ فائدہ تھا کہ شمولیت جلسہ والے اصحاب باآرام آتے جاتے تھے

مگر فی الحقیقت کثرت بھیڑ بھاڑ سے بعض اوقات اس راستہ بڑی حویلی اور محل سرائے میں تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی تھی۔ اور اس گھتا گھتی میں الا اللہ اور اللہ کے نعرہ ہائے بلند ہوتے تھے۔ الغرض اس دریا دلی اور فیاضی سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ العالے واللہ تعالےٰ ان کا اور ان کے دودمان عالی کا اقبال تا ابد درخشندہ رکھے۔ اور ان کا سایہ ہما پایہ ہم گنہگاروں کے سروں پر تا ابد قائم رکھے) نے وہ خاطر و مدارات فرمائی۔ کہ اس کا کسی نواب یا رئیس (صاحب زر) سے ظہور میں آنا ناممکن ہے۔

رُوحانی دعوت

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے انجمن کا سالانہ اجلاس پہلے دن بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۵۰ء بروز پیر زیر صدارت عالیجناب حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ پیر محمد شفیع صاحب سجادہ نشین دربار جورہ شریف شروع ہوا۔ سب سے اول قرآن پاک کی تلاوت حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب مہاجر فیروزپوری۔ اور حافظ محمد شریف صاحب طالب علم بیت العلوم نقشبندیہ نے کی۔ اور ازاں بعد حافظ عبد الرحمٰن صاحب قصوری اور مولوی کرم الٰہی صاحب گوجرانوالہ نے نعت خوانی کی۔ اور حاضرین کو محظوظ کیا۔ اس کے بعد حضرت مولوی شیخ عبد العزیز صاحب ساکن صدر بازار چھاؤنی سیالکوٹ نے مختصر مگر مدلل اور مؤثر فضائل سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر وعظ فرمایا۔ اور آپ کے بعد حضرت مولانا صاحب سید محمود شاہ صاحب ہزاروی ثم کوہاٹی نے محبت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ محبت پیر اور محبت و تعظیم اولاد پیر کی نسبت نہایت ہی محبت آمیز پر درد اور دل آویز طریق سے وعظ فرمایا۔ اور آپ کے تمام الفاظ ایسے پر تاثیر تھے کہ دلوں میں نقش ہو رہے تھے۔ اور تمام شاملین جلسہ ہمہ تن گوش ہو کر خاموشی سے سنتے تھے۔ ان کے بعد جناب ملک عبد القادر خوشتر کنجاہی نے نہایت ہی مقبول اور لبریز محبت قصیدہ قبلہ عالم سرکار علی پوری کی شان اور منقبت میں پڑھ کر سنایا۔ اور حاضرین سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کے بعد مخترمی جناب مولینا الحاج مولوی محمد امام الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ نے ضرورت جہاد پر نہایت عالمانہ فاضلانہ مدلل و مؤثر وعظ فرمایا۔ اور ضرورت جہاد اور درجات مجاہدے ایسے دل نشین طریق پر بیان فرمائے۔ کہ تمام شاملین اجلاس کے دلوں میں ولولہ اور جوش جہاد پیدا ہو گیا۔

آپ کے بعد میاں معراج دین لاہوری نے نہایت ہی خوش الحانی سے نعت شریف پڑھ کر سنائی اور ان کے بعد جناب مولینا الحاج مولوی نور محمد صاحب ایمن آبادی نے عربی زبان میں ایک نہایت ہی مقبول اور محبوب نعت پر درد اور پر تاثیر لہجہ اور انداز میں پڑھ کر سنائی۔ اور حاضرین کو محو حیرت بنا رکھا۔ ان کے بعد محمد شفیع صاحب مہاجر نے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی ایک نظم

سے چند اشعار صوفیائے کرام کی شان تعریف
اور مدارج میں اپنے پرجوش لہجہ میں پڑھے کہ تمام
حاضرین محظوظ ہوئے۔ اور مرحبا اور آفرین کی صدائیں
بلند ہونے لگیں۔ ان کے بعد مولوی غلام محمد آزاد
نے اتفاق و اتحاد پر مختصر اور مؤثر تقریر فرمائی۔
ان کے بعد سید چراغ علی شاہ صاحب مہاجر نے نہایت
پرتاثیر آواز سے نعت شریف پڑھ کر حاضرین کو محظوظ
فرمایا۔ ان کے بعد سید ممتاز حسین ملک منظور احمد
اور محمد نذیر صاحبان نے نعت شریف پڑھ کر سنائی
اور حضرت قبلہ علی پوری سے انعامات حاصل کئے
بعدہ محمد صدیق متعلم مدرسہ نقشبندیہ نے نہایت
خوش الحانی سے نعت شریف پڑھی اور حضرت
قبلۂ عالم سے انعام حاصل کیا۔

اجلاس اوّل ختم ہوا

اور بعد از نماز ظہر اجلاس ثانی کی ابتدا تلاوت قرآن
شریف اور نعت خوانی سے ہوئی۔ میاں کرم الٰہی
صاحب گجرانوالہ نے اور میاں حاکم دین سیالکوٹی
نے نعت شریف پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد حافظ
اللہ رکھا صاحب سیالکوٹی نے اول نعت شریف
پڑھی۔ اور پھر فضائل رسول ؐ پر مؤثر تقریر فرمائی
پھر حضرت مولانا الحاج حافظ مولوی عبدالرشید
صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ نے نہایت
معقول و منقول و مدلل عالمانہ طریق سے وعظ فرمایا۔
کہ اسلام ہی کامل نظام ہستی دنیا کے سامنے پیش کر سکتا
ہے۔ حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر مولینا صاحب کے
وعظ کو سن رہے تھے۔ اس کے بعد نعت خوانی
ہوئی اور اجلاس ثانی ختم ہوا۔

اجلاس سوم بعد از نماز مغرب

تلاوت قرآن شریف کے بعد حافظ محمد عالم نے کی۔
اللہ دین اور میاں محمد حسین گل فروش وزیرآبادی نے
نہایت خوش آوازی سے نعتیں پڑھ کر حاضرین کو مسرت سے
لبریز کر دیا۔ اس کے بعد محمد صدیق متعلم مدرسہ نقشبندیہ
نے نعت شریف پڑھی۔ اور شیخ افتخار احمد پسروری اور
بابو حسام الدین نے نعت خوانی کی۔ پھر حضرت مولینا
الحاج صاحبزادہ بشیر حسین صاحب نے قرآن پاک کا ایک
رکوع پڑھا۔ پھر حضرت الحاج مولانا مولوی صاحبزادہ
خادم حسین صاحب نے محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم پر نہایت مدلل اور عالمانہ وعظ فرمایا۔

آپ کے وعظ پر حاضرین سر دھن رہے تھے۔ پھر مولینا
الحاج صاحبزادہ بشیر حسین صاحب نے اتباع رسول
اور اتباع صحابہ کرام اور محبت شیخ پر عالمانہ اور مدلل
وعظ فرمایا۔ بعد ازاں قبلۂ عالمیاں سرتاج روحانیاں
زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین۔ امیر ملت علی پوری
مدظلہ العالی نے مسترشدین کو اپنے ارشادات کے
فیوضات و برکات سے اپنے طریق سے مستفیض
فرمایا۔ کہ آپ کی زبان مبارک سے ایک ایک
حرف نکلا ہوا دل کی گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔
ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کے ارشادات کی
برکت سے ہم کسی اور عالم کی سیر کر رہے ہیں۔
اور قرب الٰہی سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ آپ نے
اپنی تقریر میں توحید و رسالت کے درمیان جو تعلق ہے
وہ مدلل اور مشرح بیان فرمایا۔ اور آپ نے فرمایا جب

دین و دنیا کے کام اکٹھے ہو جائیں تو دین کے کام کو
ترجیح دیں۔ آپ کے تمام ارشادات علیحدہ مفصل
شائع ہوں گے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور اجلاس
ختم ہوا۔

اجلاس اوّل بروز منگل

زیر صدارت مولینا الحاج قبلہ وکعبہ عالیجناب
صاحبزادہ محمد شفیع صاحب چوراہی۔ قرآن پاک کی
تلاوت سے شروع ہوا۔ حافظ عبد الرحمان صاحب
نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ پھر ماسٹر حاکم دین
صاحب نے نعت پڑھی۔ پھر مولینا مولوی غلام رسول صاحب
گوہر مہاجر جموں فاضل دار العلوم نقشبندیہ نے
عالمانہ طریق سے دلائل عقلیہ نقلیہ کی روشنی میں عباد الرحمان
پر تقریر فرمائی۔ حاضرین نہایت خوش ہوئے۔ پھر آپ نے
حضرت قبلہ امیر الملت کی شان میں قصیدہ پڑھ کر
سنایا۔ جو ماہ مارچ کے رسالہ انوار الصوفیہ میں
چھپا ہوا ہے۔ صاحب صدر نے اور سامعین
نے نہایت پسند فرمایا۔ پھر میاں محمد حسین صاحب گل
فروش نے نعت شریف پڑھی۔ پھر حضرت الحاج
مولانا مولوی صوفی عالیجناب ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب
نے تصوف اور صوفیائے کرام کے فضائل نہایت ولولہ
خیز پر جوش و دلائل و نکات سے لبریز تقریر فرمائی۔ سننے
والے نعروں پر نعرے لگا رہے تھے۔ اور سر دھن
رہے تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں وہ حقائق و دقائق
بیان فرمائے۔ کہ علماء و فضلا بھی عش عش کر اٹھے۔

پھر مولینا مولوی حاجی نور محمد امین آبادی نے نعت شریف
پڑھی۔ پھر افتخار احمد صاحب قصوری نے قصیدہ نعتیہ
قبلہ عالم کی شان میں پڑھا۔ پھر عالیجناب فضیلتمآب
استاذ العلماء والفقہاء۔ صدر الافاضل حضرت الحاج
مولینا مولوی صاحبزادہ سید حافظ محمد حسین صاحب
علیپوری مدظلہ العالی نے منعم علیہ گروہ کا تقریر فرمانے
کے لئے سورۃ فاتحہ کی آیات

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت
علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

تلاوت فرما کر نہایت مدلل و مؤثر و دلکش و دل
آویز پیرایہ میں وعظ فرمایا۔

وعظ کیا تھا۔ علم و عرفان نورانی کی بارش تھی۔
جس سے تمام سامعین و حاضرین اس کے انوار
و برکات سے سیراب ہو رہے تھے۔ اور آپ
نے اپنے وعظ کے ضمن میں صحابہ کرام اور
صوفیائے عظام کے فضائل بیان کرتے ہوئے نہایت
مدلل طریق سے ثابت فرمایا۔ کہ یہی گروہ منعم علیہ ہے۔

انوار الصوفیہ میں اسی مقدس گروہ کے حالات اور
ملفوظات درج کئے جاتے ہیں۔

انجمن خدام الصوفیہ بھی اسی جماعت نورانیہ طیبہ
کا نام ہے۔ اور جو لوگ صوفیائے کرام اور انوار الصوفیہ
کے مخالف ہیں۔ وہ منعم علیہ گروہ میں شامل نہیں۔ بلکہ
اس کی ضد ہیں۔

جناب کا مفصل مضمون آئندہ اشاعت میں درج
ہوگا۔ پھر محمد اعظم لاہوری نے نعت شریف پڑھی
اور جلسہ بعد از دعا ختم ہوا۔

اجلاس دوم بعد از نماز ظہر

حافظ عبداللطیف صاحب سیالکوٹی نے تلاوت قرآن پاک کی۔ اور نعت شریف پڑھی۔ اور حاجی مولوی محمد عالم صاحب نے معراج سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر موثر تقریر فرمائی۔ پھر حاجی منشی احمد دین صاحب نے ضرورت پیر پر معقول وعظ فرمایا۔ پھر عالیجناب حضرت مولٰنا الحاج حافظ عبدالحمید خان صاحب خطیب سرعلی کیمل پور۔ اے آر پی نے دعا اور اس کی اجابت پر مدلل تقریر فرمائی۔ بعد از دعا اجلاس ختم ہوا۔

اجلاس سوئم بعد از نماز مغرب

تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی کے بعد حضور قبلہ عالم امیر الملت مدظلہ العالی کے پوتے صاحبزادہ سید نذر حسین صاحب نے فضیلت درود شریف پر تقریر فرمائی۔ اور ان کے بعد صاحبزادہ حافظ سید اشرف حسین صاحب نے محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ اور جناب صاحبزادہ حافظ سید افضل حسین صاحب نے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن پر تقریر فرما کر انعامات حاصل کئے۔ پھر محمد اعظم صاحب لاہوری نے قبلۂ عالم کی منقبت میں نہایت پرتاثیر آواز سے قصیدہ پڑھا جس نے حاضرین کے دلوں کو محبت اور درد سے مخمور کر دیا۔ پھر حضرت مولٰنا الحاج سید محمود شاہ صاحب گجراتی

نے شان مجاہد پر ولولہ انگیز تقریر فرمائی

پھر قبلۂ عالم مدظلہ العالی نے اپنے ارشادات عالیات سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ آپ نے اپنی تقریر دلپذیر میں فرمایا۔ جو کوئی میرے کل والے بیان کئے ہوئے مسائل کو آج سنا دے اسکو بطور انعام کے پچاس روپے دونگا۔ آپ نے خصوصیت کے ساتھ اپنے آج کے ارشادات میں سادات کرام کے فضائل بیان فرمائے۔ آپ کے جملہ ارشادات آئندہ اشاعت میں مفصل بیان ہوں گے۔ اس کے بعد قرآن کا ختم پڑھا گیا۔ ایصال ثواب کیا گیا تمام مسلمانوں کے واسطے دعا مانگی گئی جموں و کشمیر مسئلہ کے حل ہونے کی دعا مانگی گئی۔ پھر قیام وسلام کے بعد اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا۔

ہو الحی

موت نے کر دیا فنا مجھ کو
ڈھونڈتی پھرتی ہے قضا مجھ کو
مرنے سے پیشتر کیا بقا مجھ کو
دیکھتی رہ گئی قضا مجھ کو

طالب

عرضِ تمنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واہل بیتہٖ اجمعین

تو دستگیر شو ای حضرِ پَے خجستہ کہ من
پیادہ می روم و ہمرہان سوار انند

کئی سالوں سے دلی تمنا اور پُرشوق آرزو تھی، کہ مصدر حسنات و خیرات معدن فیوضات و کرامات سید السادات، امام الاولیاء والاصفیاء سلطان الاتقیاء، غوثِ الاعظم، قیوم العالم، مرشد الکاملین والمکملین فرزندِ ختم المرسلین اعنی اعلیٰ حضرت امیر الملت والدین عالیجناب مولانا الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی قادری محدث علی پوری دام اللہ فیوضہم علیٰ رؤس المسترشدین کے ظاہر مقامات اور ملفوظات طیبات کو تحریر کروں. تاکہ ان کے مطالعے سے یارانِ طریقت و عقیدتمندان بالخصوص اور عامۃ المسلمین بالعموم استفادہ استفاضہ حاصل کریں. اور ان کو اپنی حیات مستعار کے لئے مشعل راہ بنا کر ان پر گامزن ہو کر سعادت دارین حاصل کریں. اور ان کے مطالعہ سے بحکم عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول سے بہرہ اندوز ہوں. یہ مقصد نہایت ہی اعلیٰ اور ارفع. نیک اور متبرک اور اعلیٰ حضرت سرکار علی پوری مدظلہ العالی قطب دوران. قیوم زماں سرتاج السالکین والعارفین. نورانی اور نور بخش مقبول اور مقدس ہستی عالم اور عالمیان کو تاریکی اور ظلمت سے (بحکم یخرجہم من الظلمات الی النور) نکال کر نور علی نور بنانے والی اور خاکسار سرتاپا گنہگار اور اس ظلمت آباد میں ایک محض ظلوم وجہول عجول اور ان علوم صفات کا متحمل قال سے خالی اور حال سے معرا.

اور جب یہ کمزور خیال دل و دماغ پر مستولی ہو جاتا. تو مایوس اور نا امید ہو کر بالکل پست ہمت ہو جاتا اور سر در گریبان ہو کر بار بار سوچتا کہ بار خدایا قبلہ عالم سرکار علی پوری نورانی اور نور بخش طاہر ہستی ہیں. عشق و محبت کے اور معرفت الٰہی کے عطا کرنے والے ان کی حیات طیبہ کے تحریر کرنے والا بھی کوئی صاحب دل مقبول ہستی ہونی چاہیے. مگر جب حدیث پاک انا عند ظن عبدی بی اور انتم من اللہ اور مایوسی گناہ عظیم ہے دل میں وارد ہوتی تو ہمت بلند ہو جاتی، دل قوی اور باہمت ہو جاتا، اور دل میں کامل یقین ہو جاتا کہ جس وقت یہ متبرک سوانح شروع کئے جائیں گے، تو یقیناً سرکار علی پوری مدظلہ العالی کی مقدس روحانیت اور متبرک نورانیت اور فیوضات ایسی امداد فرمائیں گے. کہ ہر عقدہ مشکل کی از خود عقدہ کشائی ہوتی جائے گی. اور یہ آرزو اور تمنا حسب دلخواہ تکمیل ہوتی جائے گی.

بہ ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

اور جیسا کہ سرخیل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خواجہ خواجگان جناب مشکل کشا۔ بلاگرداں حضرت شہنشاہ بخاری خواجہ بہاؤالدین نقشبند نوراللہ مرقدہ نے فرمایا ہے۔

ہمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد
آئین بسقف رابہ ازیں نردبان مخواہ

کمر ہمت باندھی۔ عزم بالجزم کیا کہ یہ کار خیر جس سے سعادت دارین اور نومن مسرت نصیب ہوتا ہے۔ ضرور شروع کیا جاوے۔ اور استاد العلماء والفضلاء راس المحدثین حضرت مولٰنا الحاج صاحبزادہ حافظ سید پیر محمد حسین صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ نقشبندیہ کی امداد سے یہ کام سرانجام کیا جاوے۔

مگر قدرت کی طرف سے ابھی اس پرشوق تمنا کی تکمیل کا وقت معین آیا تھا۔ اور حالات اور موانعات کچھ ایسے درپیش آگئے کہ اس میں تاخیر ہی ہوتی گئی۔ اول سابقہ جنگ عظیم کی وجہ سے کاغذ کا دستیاب ہونا دشوار بلکہ ناممکن ہوگیا ہنگامی قوانین کے مطابع اور اشاعت کتب و رسالہ جات کو بالکل روک دیا۔ رسالہ انوار الصوفیہ جو انجمن خدام الصوفیہ کا واحد ترجمان اور سنہ ۱۹۰۷ء سے جاری تھا عارضی طور پر بند کرنا پڑا سال سنہ ۱۹۴۹ء انجمن خدام الصوفیہ کے چھیالیسویں سالانہ اجلاس میں بحکم اعلیٰ حضرت امیر الملت حضور علیپوری مدظلہ العالی رسالہ انوار الصوفیہ کی اشاعت کی تجویز منظور کی گئی۔ مگر محترمی جناب مولٰینا الحاج مولوی محمد امام الدین صاحب رائے پوری مدیر رسالہ اور خاکسار برائے زیارت حرمین الشریفین وادائے فریضہ حج حجاز مقدس چلے گئے۔ اور شروع ماہ ۱۹۴۹ء میں واپس آئے۔ آتے ہی دسمبر سنہ ۱۹۴۹ء سے رسالہ انوار الصوفیہ کی طباعت آب و تاب سے مولٰینا صاحب ممدوح نے شروع کر دیا۔ جو یاران طریقت سعیدان ازلی کی خدمت میں روحانی اور نورانی غذا پیش کر رہا ہے۔ ان حالات اور وجوہات کے باعث جن پر خاکسار کو کوئی قدرت حاصل نہ تھی اس کار عظیم اور مقصد اعلیٰ میں تاخیر ہوتی گئی۔

اب چونکہ حالات سازگار ہیں۔ اس مقصد عظیم کی تکمیل کے لئے اعلیٰ حضرت سرکار علی پوری مدظلہ العالی۔ جو صاحب عزیمت قیوم عالم۔ نورانیت اور محبت الٰہی عطا کرنے والے ہیں۔ سامان و اسباب پیدا کرنے اور مہیا کرنے والے ہیں۔ آنحضور کے پاک اور طیب سوانح حیات اور مقامات و ملفوظات کی تکمیل تحریر کے لئے آپ ہی کی نورانیت اور شان محبوبیت و فیوضات باطن سے استعانت و استمداد کا ملتجی اور دستگیری کا متمنی ہوں۔ اور یقین کامل رکھتا ہوں۔ کہ اگر حضور کی توجہ نورانی اور فیوضات روحانی نے دستگیری فرمائی۔ تو یہ خدمت بفضلہ تعالےٰ باحسن وجوہ سرانجام پذیر ہو جائے گی۔

گر کرم کی ہو نظر کرم الٰہی مجھ پر
پھر تو یہ کار عظیم واللہ آساں ہو جائے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انجمن خدام الصوفیہ پاکستان کا سنتالیسواں سالانہ اجلاس زیر سرپرستی عالیجناب فضیلتمآب امام العارفین والسالکین مرشد الکاملین والمکملین اعلیٰحضرت رفیع المنزلت امیر الملت قیوم زماں قطب دوراں مولینا الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی محدث علی پوری ادام اللہ فیوضہم علیٰ رؤس المسترشدین بتاریخ ۱۰/ ۱۱ اپریل ۱۹۵۰ء بروز پیر و منگل نہایت ہی کامیابی اور احسن طریق سے سرانجام پذیر ہوا۔ یارانِ طریقت غلامانِ عقیدتمندانِ سرکار علیپوری۔ ہاں سعیدانِ ازلی کی تعداد جو ان سے اس متبرک اور مقدس مجلس میں شامل ہو کر اعلیٰحضرت سرکار علی پوری مدظلہ العالی کے روحانی توجہ اور فیوضات باطنی اور ملفوظات نورانی سے اپنے دل و دیدہ کو منور کیا۔ اور سعادت دارین حاصل کی۔ بارگاہ رب العزت میں دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس نورانی چشمہ کو تشنگانِ محبت الٰہیہ کے سیراب کرنے کے لئے تا ابد قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

(۲) اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکریہ ہے۔ کہ اعلیٰحضرت سرکار علیپوری کی صحت بالکل اچھی ہے۔ اور حضور ہر دو روز ہر اجلاس میں تشریف لا کر اپنی نورانیت اور زیارت سے عقیدتمندوں کو مستفیض فرماتے رہے۔

(۳) حضرات صاحبزادگان عالی مقام زاد اللہ اقبالہم آستانہ عالیہ پر تشریف فرما ہیں اور بخیریت تمام ہیں۔ اور جمیع صاحبزادگان نے شاملین کی خدمت اور تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور ہر وقت تمام غلاماں کی خدمت کر کے تخلقو باخلاق اللہ کا صحیح نمونہ پیش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اقبال میں ترقی عطا فرماوے۔

(۴) زمانہ کی ضرورت اور اسکے تقاضے کے مطابق مقررین نے ضرورت جہاد پر تقاریر فرما کر حاضرین کو جہاد کی اہمیت سے آشنا کیا۔ اور ان کے قلوب میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے میں کوئی فروگذاشت نہ کی

(۵) اعلیٰحضرت امیر الملت سرکار علی پوری نے رسالہ انوار الصوفیہ کی اشاعت کے لئے ارشاد فرمایا۔ کہ جملہ یارانِ طریقت کا فرض اولین ہے۔ کہ وہ رسالہ انوار الصوفیہ کو جو میرا قائم کردہ اور جاری کردہ ہے۔ خرید کر مطالعہ کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہوں۔

(۶) موجودہ زمانہ کی ضروریات اور مشکلات کے مدنظر حاجی خوشی محمد صاحب مہاجر نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ انجمن خدام الصوفیہ کا اپنا پریس ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے [illegible] پانچ سو روپیہ عطا فرمایا۔ ان کی اقتدا میں دیگر یارانِ طریقت نے بھی نقد اور وعدہ کی صورت میں قریباً پانچ ہزار روپیہ فراہم کر دیا جملہ یارانِ طریقت کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ حسب استطاعت اس کار خیر میں حصہ لے کر سعادت دارین حاصل کریں۔ (۷) سرکار علی پوری ۲۸ اپریل کو براستہ سیالکوٹ لاہور تشریف لے جائیں گے۔